دلیل راہ

یہ ازل سے برکتوں کا جو نظام چل رہا ہے

یہ ازل سے برکتوں کا جو نظام چل رہا ہے
اسی خلق نورِ اوّل کا دوام چل رہا ہے
نہیں خشکی و تری پر ہی فیوض خسروانہ
سرِعرش بھی تو آقا ترا نام چل رہا ہے
وہ جو آپ کے تھے دشمن، رہے نامراد و ابتر
ملا آپ کو وہ کوثر جو مدام چل رہا ہے
غیروں سے کر کے الفت، کی دین کی اشاعت
بڑھیا کا بار لے کر کے امام چل رہا ہے
کوئی چاہے مجھ کو لینا، تو حوالہ دے انھی کا
مرا مدتوں سے اب تو یہی دام چل رہا ہے
جو لحد میں مجھ سے پوچھا کہ تو امتی ہے کس کا
تو کہوں گا جن کے صدقے، یہ نظام چل رہا ہے
رہا نورؔ عمر بھر جو مرے لب پہ اسم اعظم
دم نزع بھی زباں پر وہی نام چل رہا ہے

حافظ نور احمد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج اور عمرے پر بادشاہوں کا قبضہ

حج اور عمرے مسلمانوں کو ماضی سے جوڑتے ہیں۔ روحانی اعتبار سے حج احساس کو بیدار کرتا ہے، جذبات کی تطہیر کرتا ہے اور تہذیب نفوس کے اتفاقات فراہم کر کے قلب و ذہن میں والہانہ پن پیدا کرتا ہے۔ پریشانیوں کی کوکھ سے آسانیاں تلاش کرنے کے لئے زائرین حرم اللہ تعالیٰ پر یقین، بھروسہ اور اعتماد کو زادِ راہ بناتے ہوئے روحانی منزل کی طرف نکل پڑتے ہیں۔ شعائر کے اعتبار سے حج کے ہر رکن اور عمروں کی ہر روش پر چار عظیم ہستیوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ہاجرہ اور وجہ تکوین کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

تاریخ کہتی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل جب اپنے خاندان کو بے آب و گیا، ویران وادی میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ راستے میں شیطان ملا اور ان سے کہنے لگا آپ اللہ کا ایسا حکم کیوں مانتے ہیں جس میں آپ کے خاندان کی تباہی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماریں۔ اب قیامت تک عاشقانِ الٰہی یہ رسم عشق نبھاتے رہتے ہیں۔ ہر سال مزدلفہ سے کنکریاں اکٹھی کر کے رمی کی جاتی ہے۔ نفس سوزی، وہم شکنی اور وسوسہ کشی کے یہ طریقے صرف سنت ابراہیم ہی نہیں توثیق محمدی کی سند بھی پا چکے ہیں۔

تاریخ ایک اور روحانی منظر سے حجاب سرکاتی ہے کہ حضرت ہاجرہ کے پاس خورد و نوش کا زاد ختم ہو جاتا ہے۔ ماں کی مامتا بے تاب ہو جاتی ہے کہ اسماعیل کو موت کے منہ سے کس طرح نکالا جائے۔ آپ دو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانے لگ جاتی ہیں، شاید کسی جگہ سے پانی پیدا کرنے کی سبیل بن جائے، ساتویں چکر کے اختتام پر آپ کیا دیکھتی ہیں کہ زمزم کا چشمہ ابل پڑتا ہے۔ اس پانی سے نہ صرف اسماعیل اور ہاجرہ تشنگی دور کرتے ہیں بلکہ وہ لوگوں کی آبادی کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ زائر حرم کے دل میں مادی اور روحانی نعمتوں پر شکر اور جذبہ سپاس پیدا کرنے کے لئے یہاں ایک محرک میسر آتا ہے۔ زمزم سے مسلمانوں کا لگاؤ، محبت اور پیار صرف اہتمام ہاجرہ نہیں بلکہ اب اس کی روح حضور ﷺ کی سنت اور زمزم سے پیار ہے۔ آپ زمزم نوش فرماتے تو یہ دعا فرماتے:

اللھم انی اسئلک راحۃ عند الموت

والعفو عند الحساب

''اے اللہ میں تجھ سے موت کے وقت راحت کا سوال کرتا ہوں اور حساب کے وقت چاہتا ہوں کہ تو معاف کر دے''۔

زائرِ حرم حضورﷺ کی سنت کے مطابق ''یسر'' میں ''عسر'' کو یاد رکھتا ہے اور عین زندگی کے ہجوم و وفور میں موت کی تصویر دیکھتا ہے۔ شعائرِ حج اسے آخرت کا متوالا بنا دیتے ہیں، جبھی تو وہ دو چادروں میں ملبوس اس دنیا کے بے ثبات ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ عرفات کے میدان میں دو سفید چادروں والوں کا یہ جمِ غفیر ایک مرتبہ تو ہنگامہ محشر کی تصویر بن جاتا ہے اور روحانی اعتبار سے انسان وہ کچھ دیکھتا ہے جسے لفظوں میں سمویا نہیں جا سکتا۔

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ قومیں اور ملتیں اپنی تاریخی یادگاروں کو اہمیت دیتی ہیں بلکہ احساسات اور عمل ہر دو اعتبار سے وہ اپنے آپ کو اپنے قومی شعائر سے وابستہ رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کا حج وہ عبادت ہے کہ یہ عبادت بجا لانے والا اپنے آپ کو کروڑوں یادوں کے روبرو محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ یادوں کی کثرت میں حج کا ہر در وجب توحید کی روح زائر کے سامنے بے نقاب رکھتا ہے۔ صفا ہو یا مروہ، کعبہ ہو یا حجرِ اسود، طواف ہو یا سعی، قیامِ عرفات ہو یا مشعر الحرام کی حاضری، رمی ہو یا قربانی، مسلمان یہ سبق فراموش نہیں کرتا۔

لا اله الا الله

وحده لا شريك له

له الملك وله الحمد

وهو على كل شئي قدير

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لئے ہے، ہر تعریف اسی کے نام ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

حج کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمان اپنے اندر ایک تازہ روح اور ایک نئی زندگی کی لہر محسوس کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا آج دنیا کی ہر قوم اس سے فائدہ حاصل کر سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے لئے تو اس کا ایک ایک حرف سونے کی ڈلی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ دنیا بھر میں رہنے والے مسلمانوں کو اپنی روحانی، فکری، عملی، نفسیاتی اور عمرانی زندگی اپنی جامع اور زندہ ہدایات کی روشنی میں منظم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ اچھا موقع ہے کہ ایک اہم بات کا ابلاغ کر دیا جائے کہ حضورﷺ نے پوری انسانیت کو خوش بخت بنانے اور انہیں تاریکیوں سے نکالنے کے لئے جو نظام دیا ہے۔ کل کی طرح آج بھی وہ نظام حریت اور صلاح کی دولت عطا کر سکتا ہے۔ حج کے موقع پر طاغوت کے خلاف نعرہ توحید لگانے والے مسلمانوں کو ان بادشاہوں، سلطانوں اور امراء کی بھی خبر لینی چاہیئے، جو نظامِ قرآن کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی ایجنسیاں بن چکے ہیں۔ دردناک بات یہ ہے کہ حج اور عمرے بادشاہوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں۔ حاجی کو ''حکومتیں'' تر نوالہ سمجھ کر لوٹتی ہیں۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود مسلمان بادشاہوں سے کوئی نظام نہیں بن سکا، جس میں زائر اور حاجی کو بھی سکون پہنچ سکے۔ بکریوں کے ریوڑ ایسا سلوک ان سے کیا جاتا ہے۔ شرمناک بات یہ ہے کہ دنیا میں بعض میلے ایسے لگتے ہیں جن میں کروڑوں لوگ شریک ہوتے ہیں لیکن وہاں ہر چیز نظم و ضبط کے ساتھ طے پاتی ہے۔ پتہ نہیں ہم مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ ہم ''ملوکیت'' کی خشک چوسنی ابھی تک کیوں چوس رہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں خوبصورت نظامِ خلافت عطا کیا ہے، اس سے ہمیں مستفید ہونا چاہیئے۔ یزید پلید کے سر پر جو جوتے پڑ چکے ہیں وہ اسی کے لئے رہنے دیئے جائیں۔ خرافات اور اوہام کو انسانیت پر مسلط کرنے سے ہمیں تائب ہونا چاہیئے اور مسلم حکمرانوں کو نظمِ حکومت بھی سیکھنا چاہیئے۔ حاجیوں سے بدعائیں

لینے کی بجائے ان سے دعا لو تا کہ اللہ تم سے راضی ہو جائے۔

فاذا عزمت فتوكل على الله (آل عمران:۱۵۹)

''جب عزم کر لو تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھو''۔

حاجیوں کے بڑے مسائل ہیں۔ کرایہ کا مسئلہ، منظوری کا مسئلہ، چل پڑیں تو زادراہ کا مسئلہ، سفارت خانوں کے دھکے، ٹور آپریٹرز کے معاوضے، ائرلائنوں کے رویئے، سعودی عرب میں امیگریشن کی سرکشیاں، منفی رویے، جدہ ائرپورٹ سے مکہ مکرمہ پر 30 گھنٹوں میں رسائی، ٹریفک کا کمزور پلان، تربیتی کورسز کا فقدان، دور دراز رہائشگاہوں کی تکالیف، عرفات میں سعودی پولیس کا عدم تعاون، مناسب گائیڈنس کا مفقود ہونا، اگر متعلقہ حکومتیں حج عمروں پر اپنا قبضہ ختم کر دیں تو لوگ قدرے سکون سے عبادت کر سکتے ہیں وگرنہ انہیں خدا تو مانا نہیں جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ حج اور عمرے کا تو سبق ہی ایک خدا کے حضور حاضری ہے۔

لبيك

اللهم لبيك

لا شريك لك لبيك

ان الحمد والنعمة لك والملك

لا شريك لك

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ نبا کے پہلے حصے کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ
فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا
سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾
وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا
نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا
النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾

یہ لوگ کس چیز کے متعلق آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ غیب کی عظیم خبر کے متعلق۔ وہ جس کے بارے میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے پھر "ہرگز نہیں" عنقریب وہ جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو مضبوط رکھنے والی میخیں۔ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمہاری نیند کو تھکاوٹ دور کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنا دیا۔ اور ہم نے دن کو معاش کے لئے بنایا۔ اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان۔

"علوم نبوت" کا یہ جلوۂ رحمت حضور ﷺ کے مبارک دل پر مکی زندگی میں نازل ہوا۔

سورت کا نام "نبا" ہے اور یہ چالیس آیات اور دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔

سورہ "نبا" قرآن مجید میں تیسویں جزو کا "اولین" حصہ ہے۔ "مضامین" اعتقادی اور روحانی تربیت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ایک سوال سے بات شروع ہوتی ہے۔ فکری سفر کا انتہائی خوبصورت مرحلہ قاری قرآن کو پیش آتا ہے۔ الوہی کلام انسانی ذہنوں کو حقیقت تک لے جانا چاہتا ہے۔ سورت کا اسلوب "سائنسی" ہے۔ قرآن حکیم سائنس ہی کی طرح کائنات کی وقوعی حقیقتوں کو بے نقاب کرتا ہے ہاں یہ فرق ضرور رہتا ہے کہ سائنس بھولتی اور بھٹکتی رہتی ہے لیکن "وحی" صدق و رصدق حقیقتوں کا وہ اظہار ہے جو مذہب کا مقصد بھی ہے اور انسانوں کی حقیقی رہنمائی بھی ہے۔ زیر مطالعہ سورت "Big Bang" کی طرح ایک اور حادثہ کی نقاب کشائی کرتی ہے۔ یہاں سے سورہ نبا کا مطالعہ محض "علم" کے مرکز کے گرد اگرد نہیں گھومتا بلکہ کائنات کی سچی پہچان اور "معرفت" کو مرکز بنا لیتا ہے اور یہ سارے کام نبوت کی رہنمائی میں کئے جاتے ہیں۔

سورت میں انصاب فکر لائق توجہ ہے۔

زمین اور اس کا آغوش رحمت ہونا

کوہستانی سلسلے اور "تکوین" میں ان کا کردار

انسانی تخلیق میں تزویجی حکمتیں

رات اور دن میں مضمر معاشی اور نفسیاتی حقائق اور ادراکات

محیر العقول آسمانی نظام

سورج سے متعلق نعمتوں کا لازوال نظم

موسلا دھار بارشوں کی فیضاں رسی

باغات اور فصلوں کی لہلہاہٹ

وقوع قیامت کا دیباچہ

ایک پھونک کا اعجاز اثر

کائنات میں تکوینی تغیرات

سرکشوں کی سزا اور تقویٰ داروں کی جزا

جنت کا جمالیاتی جلوہ

قیامت کے دن کافروں کی حسرت مآلی

"سورہ نبا" قلب آگاہ پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ ناواقفوں کے دلوں کو متاثر کرتی ہے۔ سورہ کی دعوات پر لبیک کہنے والا شخص اپنی روح میں زندگی کی تازہ لہر محسوس کرتا ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو فکری طمس کی وجہ سے بے روح ڈھانچے بن جاتے ہیں اس سورۃ کا ذمہ دارانہ مطالعہ ان میں جان ڈال دیتا ہے۔

"سورہ نبا" بیدار کر دینے والے ایک سوال سے شروع ہوتی ہے اور ایک عبرت آفریں

سورہ نبا بیدار کر دینے والے ایک سوال سے شروع ہوتی ہے اور ایک عبرت آفریں جملے پر ختم ہوتی ہے

جملے پر ختم ہوتی ہے۔ تشنہ فکر لوگوں کے لیے اس سورت میں عبرت آموختگی کا ہر ساماں موجود ہے۔ آیئے! قرآن حکیم پڑھتے ہیں اور سوچتے ہیں یہ ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ①

''یہ لوگ کس چیز کے متعلق آپس میں پوچھ گچھ کررہے ہیں''۔

مشرکین وقوعِ قیامت کا انکار کرتے اور تکذیبِ آخرت کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے سوالات کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ استفہام انکاری کے اسلوب سے ان سوالوں کا جواب اور حقیقت بیان فرمارہا ہے یعنی وہ لوگ آخرت واقع نہ ہونے کا گلا سڑا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کی چہ میگوئیوں کی کچھ حقیقت نہیں (تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر)۔ وہم بازیاں محض لوگوں کو خراب کرنے کے لئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قریش کو جب قرآن حکیم کے پرہیبت اور پرشکوہ انداز اور قطعی دلائل کی سطوت نے ہلا دیا ہو، وہ معاشرہ میں اپنے کذب آلود کلچر کا مصنوعی وقار قائم کرنے کے لئے ہرزہ سرائیاں کرتے ہوں۔ قرآن حکیم نے ان پر گرفت ان کی انفسیاتی حالت کے بیان کے ساتھ کی ہو تا کہ گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور دے کر ان کے مصنوعی انکار کی بوسیدہ عمارت کو زمین بوس کر دیا جائے۔

(طبری: ابن جریر مظہری، رازی، مراغی)

يَتَسَآءَلُوْنَ

سوال کرنے والے محض مشرکین تھے ممکن ہے وہ لوگ بھی اس سے مراد ہوں جو غور وفکر کرنے کے عادی ہیں، ان کے نزدیک کائنات کی تخلیق اور اس میں زندگی کا نظام گہرے اور عمیق معانی رکھتا ہے۔ (تفسیر القرآن: خطیب شربینی)

يَتَسَآءَلُوْنَ

ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرتے ہیں یہ معنی اس لئے لیا گیا ہے کہ عربی گرامر میں جب کوئی لفظ باب تفاعل سے آئے تو اس میں پانچ معانی لئے جاتے ہیں۔

۱۔ معنی میں دو یا دو سے زیادہ افراد کی مشارکت
۲۔ مطاوعت
۳۔ واقعیت کے بغیر کسی چیز کا اظہار مثلاً اپنے آپ کو مریض ظاہر کرنے کے لئے تمارض
۴۔ ہر چیز کا تدریجی وقوع
۵۔ اور پانچواں معنی ثلاثی مجرد کے مفہوم میں کسی مادہ کا استعمال

یہاں بعض مفسرین نے لکھا کہ یہاں باب تفاعل ثلاثی کے معنوں میں لیا گیا یعنی وہ سوال کرتے ہیں۔

سیاقِ کلام کا تقاضا اگرچہ یہی ہے کہ یہاں وہ استہزا کرنے والے لوگ مراد ہیں جنہیں عقیدہ توحید، آگہی نبوت اور وقوعِ قیامت کے قرآنی دلائل سمجھ نہیں پڑ رہے تھے اور وہ بے تکی مہمل اور راہ راست سے ہٹی باتوں سے اپنے لیے نفسیاتی تسلی کا بندوبست کر رہے تھے۔ قرآن مجید کا استدلال کی قوت سے بھرپور انداز یہاں سب لوگوں کو ''فکر و نظر'' کے روحانی تحفے سے قیامت کا امکان وقوع سمجھا دیتا ہے، نہ صرف سمجھا دیتا ہے بلکہ منکرین اور مکذبین کی محرومیاں بھی واضح کر دیتا ہے۔ ''تساءل'' کی تعبیر پر استفہام انکاری کا اسلوب اس فکر کا دروازہ کھولتا ہے کہ قیامت کے وقوع کو مذاق بنانے والوں کو جاننا چاہئے کہ یہ بے خبری اور مذاق کی چیز نہیں بلکہ وہ سوچیں تو سرپکڑ کر بیٹھ جانے کا مقام ہے کہ انکار وفساد کا مزاج انہیں کہاں جا پٹخے گا۔ اسلوب میں تندی، تیزی اور سرعت ہے جو دعوت اور تزکیہ کے لئے ایک خاص مرحلے پر پہنچ کر اختیار کی جاتی ہے۔ مبلغین اور مفکرین کے لئے قرآنی لہجوں میں بھی تعبیرات لطیفہ کے جھرنے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ②

''غیب کی عظیم خبر کے متعلق''۔

عظیم خبر سے مراد کیا ہے؟ اس کے جواب میں مفسرین کی چار آراء ہیں۔

پہلی رائے کہ اس سے مراد قیامت کا امکان و وقوع ہے۔

(تفسیر کبیر: رازی، انوار التنزیل: بیضاوی، طبری: ابن جریر)

دوسری رائے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے اور یہ قتادہ اور ابن زید کا قول ہے۔

(تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر، زاد المسیر: ابن جوزی)

تیسری رائے نبا سے قرآن مجید کا مراد ہونا ہے۔ یہ قول حضرت مجاہد کا ہے۔

(تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر، زاد المسیر: ابن جوزی)

چوتھی رائے اہل تشیع کی ہے جنہوں نے نبا کے مسئلہ کو امامت اور ولایت کے ساتھ بھی جوڑا ہے۔ (تفسیر نمونہ: مفسرین کی ایک جماعت)

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ہر احتمال کا رد کر کے پہلی رائے ہی کو ترجیح دی ہے۔ کلام کا قوی تناسق بھی فخر رازی کی تحقیق کو مؤکد کرتا ہے۔

دنیائے جدید میں سائنسی اہداف کا شکار کرنے والے بھی اب کہنے لگ گئے ہیں کہ کائنات جس طرح Big Bang کے ذریعے وجود میں آئی تھی اب Big Crunch یعنی عظیم سکڑاؤ بھی ہونے والا ہے جب سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا اور اس کے بعد لاوجود پھر وجود کا حسین جامہ پہن لے گا اسے وہ Big iniplosion کا نام دیتے ہیں۔ اب تو سائنس یہ بھی کہنے لگ گئی ہے کہ اربوں ستاروں کے درمیاں انتہائی طاقتور کشش ثقل کا گولہ ہے جسے بلیک ہول کہتے ہیں وہ اپنے پاس سے گزرنے والے ہر ستارے کو ہڑپ کر لیتا ہے جب یہ پھیل جائے گا تو اس سے عظیم تباہی مچ جائے گی، قیامت یہی تو ہے۔

الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③

''وہ جس کے بارے میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں''۔

فکری اثبات اور نفی پر قائم ہونے والے دو محاذ: ایک تو وہ پر یقین لوگ ہیں جو قیامت کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ واقع ہو کر رہے گی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو نہیں مانتے کہ قیامت بپا ہوگی اور انہیں دوبارہ زندگی کا جامہ پہنایا جائے گا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اکثر مفسرین نے زور بلاغت اختلاف کرنے والوں پر صرف کیا ہے جبکہ زور تو ''نبائے عظیم'' کے وقوع پر ہے، یعنی قرآن مجید کا مقصود اختلاف ابھارنا نہیں اختلاف ختم کرنا ہے اور اس کے لئے قرآنی دعوت فکری یکسانیت کے دلائل محکم کر رہی ہے کہ قیامت اور بعثت وہ چیزیں ہیں جو عند العقل مسلمہ ہیں، اگر کوئی ذہن اپنے جمود و جمود کی وجہ سے ان حقائق کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ فکری استحکام کے حسن سے ناآگاہ ہے۔ کفار کا فکری تناقض کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے ابھارا جائے کہ وہ کیا کیا شبہات وارد کرتے تھے،

سورہ نبا کا ابتدائی خطبہ انسانی اصلاح کی طرف ایک روحانی غذا کا اہتمام ہے

وہ کس طرح انداز قرآنی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ زور اس بات پر ہے کہ وقوع قیامت اور بعثت بعد الموت سچائیاں ہیں جنہوں نے اپنے جلوے تسلیم کروا لیے ہیں اور کچھ وقت گزرنے کے بعد نہ ماننے والے بھی ماننے والوں کی عظمت تسلیم کر لیں گے۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝

"ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے پھر" ہرگز نہیں" عنقریب وہ جان لیں گے"

قرآن مجید کے یہ زوردار الفاظ قیامت اور معاد پر یقین افزائی کی غرض سے لائے گئے ہیں۔ وہ لوگ جو البیلے بن کر اس دنیا کو غیر فانی تصور کرتے ہوئے لذائذ سے لطف مند ہو رہے ہیں انہیں انجام سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب قیامت کا نظام ان کے روبرو ہوگا یہاں "کلا" اور "ثم کلا" کی تکرار صرف تاکید بیانی کے لیے نہیں بلکہ حقیقت بیانی کے لئے ہے۔ وہ لوگ جو انکار اور استہزاء کی روش چلتے ہیں لفظوں کے تکرار سے قرآنی انداز کے عواقب انہیں بتائے جا رہے ہیں کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے اور آخرت میں بھی وہ عذاب الٰہیہ سے دوچار ہو جائیں گے۔

"سورہ نبا" کا ابتدائی خطبہ انسانی اصلاح کی طرف ایک روحانی غذا کا اہتمام ہے تا کہ ہر شخص کے ذہن میں یہ چیزیں پوری طرح پختہ ہو جائیں۔

ا۔ انسان نے مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔

ب۔ اسے بہر حال حساب کا سامنا کرنا ہے۔

ج۔ اسے ایسی عدالت میں پیش ہونا ہے جس کے حاکم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

د۔ ایسی عدالت قائم ہوگی جہاں نہ ظلم ہوگا اور نہ خطا کا احتمال ہوگا۔

ہ۔ وہاں کوئی سفارش اور رشوت نہیں چلے گی۔

و۔ اذن الٰہی سے شفاعتیں ہوں گی اور وہ کام آئیں گی۔

ز۔ کوئی شخص وہاں جھوٹ نہیں بول سکے گا۔

ح۔ جزا اور سزا کے قانون کے تحت ہر شخص اپنے ہوئے کیے کی جزا یا سزا پالے گا۔

قارئین کرام!

قرآن مجید کے جتنے بھی باطن ہوں بہر حال ان آیات کا مقصد قرآن مجید پڑھنے والوں کے ذہن میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے تا کہ وہ فرض شناسی کی زندگی بسر کریں اور تقویٰ کی روح ان میں سمو جائے۔ وقوع قیامت اور معاد پر یقین کا عقیدہ بلاشبہ انسانوں میں عہد روحانی کی پاسداری پیدا کرتا ہے۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۝

"کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا"

یہاں سے گیارہ آیات پر مبنی ایک سلسلہ کلام ہے جو "احساس" کی تربیت کے لئے ایک خوبصورت الوہی اہتمام ہے۔ "انفس و آفاق" سے بارہ نعمتوں کا انتخاب روحانی لذتیں اور فکری صلاحیتیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ سید قطب نے بجا لکھا ہے۔ اللہ کی اس کھلی کائنات میں سے ان تمام چیزوں کا ذکر سوالیہ انداز میں احساس پر یوں گرتا ہے جیسے زبردست ہتھوڑے۔ اس میں دلائل، مشاہد اور مناظر کی بھرمار ہے جو یکے بعد دیگرے آتے اور جاتے ہیں (فی ظلال القرآن: سید قطب) علامہ رازی نے اچھا لکھا ہے کہ آیات میں مفاہیم کے دریچے استفہام انکاری سے وا ہوتے ہیں (تفسیر کبیر: فخر رازی)۔ علامہ کفوی نے لکھا (نضرۃ النعیم: موسوعہ عظیمہ) کہ استفہام انکاری سے یخ بستہ فکر کو گرم کیا جاتا ہے، غافل دل کو تنبیہ کی جاتی ہے اور نیند کے متوالوں کو جگایا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بارہ چیزوں میں اللہ کی قدرت و حکمت، رحمت و ربوبیت اور قیامت اور روز جزا کی حقانیت کے ان گنت دلائل مضمر کر دیے گئے ہیں۔

سب سے پہلے زمین کے بارے میں کہا گیا کہ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ "مھدا" کا مطلب زمین کو رہنے کے قابل بنا دینا ہے۔ (التبیان: شیخ الطوسی) یعنی زمین پر آسانی سے انسان گھر بنا سکتا ہے، اس میں زراعت کے سامان "مالک الارض" نے وافر مقدار میں رکھے ہیں۔ اس کے باطن میں معدنیات رکھی گئی ہیں جو معاشی خوشی کے اسباب ہیں۔ زمین میں جذب کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، بچھونا سے زمین کی تشبیہ آرام اور راحت سے رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی حرکات سے چاروں موسموں کا پیدا ہونا اور رات دن کے نظام میں برکتوں کا حصول ہے۔ زمین کا باطن میٹھے پانی کا مخزن ہے جو انسانی زندگی کے لئے لذت فردوس کا سامان لئے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی خوبصورت اہتمام کسی مہتمم کے ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ زمین خود بخود بچھونا نہیں بنی اصل میں تو قدیر الارض" کی پہچان کرانا مقصود ہے اور یہی اس آیت کا فکری، اعتقادی اور روحانی تحفہ ہے۔

وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝

"اور پہاڑوں کو مضبوط رکھنے والی میخیں"

علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ زمین کی تخلیق اور اس میں پہاڑوں کو میخیں بنا کر گاڑھ دینا اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت میں دو چیزوں کی نشاندہی کرتا ہے: زمین اور پہاڑوں کا حدوث اور تخلیق اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دلیل ہے اور پہاڑوں کے ساتھ زمین کو محکم اور مضبوط بنا دینا اس کے علم کی دلیل ہے اور قدرت اور علم سے آخرت میں جزا و سزا کے نظام پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک شاکرین اور اطاعت گزار اور دوسرے منکرین اور فاسقین۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیار کرنے والوں کو انعام نہ دے اور منکرین کو سزا نہ سنائے۔ یہ ناممکن تو جب ہوتا ہے کہ وہ قدرت اور علم نہ رکھتا۔ زمین اور پہاڑوں کا ظاہری اور باطنی محکم نظام بتاتا ہے کہ انہیں بنانے والا انہیں ختم کر کے دوسری شکل میں ڈھال سکتا ہے اور اس کا علم و قدرت وقوع آخرت کے امکان اور جزا و سزا کے نظام کی خوبصورت دلیلیں ہیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں رقم طراز ہوتے ہیں:

حدیث رسول مقبول ﷺ ہے:

"کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو بنایا تو یہ لرزتی تھی اس میں تزلزل ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر پہاڑوں کو میخیں بنا کر راسخ کر دیا اس پر زمین میں ٹھہراؤ آ گیا۔ فرشتوں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی کوئی سخت چیز بنائی ہے، فرمایا ہاں "لوہا"۔ فرشتے بولے کیا تو نے لوہے سے بھی کوئی سخت چیز بنائی ہے، فرمایا ہاں "آگ"۔ فرشتے عرض کرنے

انسان کو ایسی عدالت میں پیش ہونا ہے جس کے حاکم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

گئے اے ہمارے رب کیا تو نے آگ سے بھی کوئی سخت چیز پیدا کی۔ فرمایا آگ سے سخت "پانی" بنایا۔ فرشتے بولے کیا پانی سے بھی سخت کسی چیز کی تخلیق فرمائی، فرمایا ہاں ہوا۔ فرشتوں نے عرض کیا ہوا سے سخت کون سی چیز بنائی فرمایا "آدم کا بیٹا" دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور بائیں سے یہ کردار مخفی ہوتا ہے۔"

حدیث مذکور میں ایمان اور کردار کو ہر چیز پر غالب قرار دے دیا۔ علامہ آلوسی نے پہاڑوں کو اوتاد بنانے کے ضمن میں یہ بھی نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جبل ابوقبیس کو پیدا فرمایا اور یہ روایت ابن عباس کے حوالے سے نقل کی۔ ممکن ہے اس لئے ہو کہ یہی پہاڑ میرے آقا ﷺ کی اولین دعوت کا پہلا منبر بنا۔ واللہ اعلم

سائنسی نقطہ نظر سے زمین کا منفعت بھرا نظام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب پہاڑوں کے باطن کی شناخت نہ ہو جائے۔ بلاشبہ پہاڑ اپنی بڑی بڑی جڑیں زمین کی گہرائی میں پیوست کیے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کا پیٹ جہاں معدنیات سے بھرا ہوا ہے وہاں اس کے اندر پگھلا دینے والے مادے بھی موجود ہیں اور چاند کی حرکت سے جو زمین کے اندر مد و جزر پیدا ہوتے ہیں اس کی قوت جاذبہ سے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی وجہ سے زمین کو محفوظ بنا دیا ہے۔ ایک مفسر کا یہ جملہ بہت خوبصورت ہے کہ پہاڑ زمین میں سائیکل کے دندانے دار چکر کی شکل میں اپنے نیچے زمین میں گاڑے ہوئے ہیں۔ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو ہواؤں کی تیزی پانیوں میں تموج پیدا کر کے زمین کو لڑھکتا کر دیتی، اللہ تعالیٰ نے اسے اتقان دینے کے لئے کتنا خوبصورت نظام وضع فرمایا۔

روحانی اعتبار سے جیسے زمین کے لئے پہاڑ اوتاد ہیں ایسے ہی "اہل اللہ" لوگوں کی روحانی اور اعتقادی تربیت کے اوتاد ہیں، ان کے منکرین خدائی نظام کی منفعتوں سے ناآشنا ہیں، قسمت والے ہی ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝

"اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا"

اس آیت میں دلائل کا رخ آفاق سے انفس کی طرف پھیرا جا رہا ہے۔

ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔

آیت کی تفہیم میں تین چیزیں قابل غور ہیں:

پہلی تو یہ کہ ازواج زوج کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مونث کو ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین بنایا اور زوجیت اور جوڑے بننے کی بنیاد پر ہی انسانی نسل کی بقا رکھی۔

سورہ روم میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (سورہ روم: 21)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے اندر ہی سے تمہارے جوڑے پیدا فرمائے"

یہاں بھی امعان نظر سے اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم اور ربوبیت کی دلیلیں ابھاری جا رہی ہیں۔ نر اور مادہ کے ملنے سے صرف انسانی زندگی میں ہی رنگ نہیں بلکہ کارگاہ حیات میں جو بھی موجود ہے اس میں جوڑوں کا تصور ہے۔ سورہ "نبا" کا موضوع اگر وقوع قیامت کی حقیقت کھولنا ہے تو قاری قرآن محسوس کرے گا کہ اس سورہ کی ہر آیت میں پانچ چیزیں واضح بیان کی جا رہی ہیں۔

۱: تخلیق

۲: تجمل

۳: تکمیل

۴: تخریب

۵: ترجیع

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو حسن بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز میں تکمیل فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو فنا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ قادر رہتا ہے کہ وہ دوبارہ سے خوبصورت کائنات پیدا فرما دے۔

تزویج اور زوجیت کا فلسفہ یہی بات سمجھاتا ہے جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ جزا و سزا کے لیے پھر سے زندہ کر کے ہنگامہ حشر اٹھا سکتا ہے۔

بعض مفسرین نے آیت میں جوڑوں کے تصور سے ایک اور معنی بھی مستفاد کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ نے جہاں عاقل بنائے وہاں احمق بھی بنائے۔ اگر خوبصورت لوگوں کی تخلیق کی تو بد صورت بھی پیدا فرمائے، کسی کو غنی اور تونگری بخشی اور کسی کو فقر اور افلاس دے دیا، کسی کو صاحب ایمان کر دیا اور کوئی کافر ہو گیا۔ مقصود تفسیر یہ ٹھہرا کہ متضاد افعال سے لوگ مختلف نتائج کما رہے ہیں۔ رحمت کے اپنے فیصلے ہیں اور زحمت کے اپنے فیصلے ہیں، اگر ہر چیز کا جوڑا ہونا فطری امر ہے تو ایک دار الجزا ہونا بھی ناگزیر ہے جہاں ہر فعل کا منطقی انجام دیکھا جائے۔

(مفاتیح الغیب: فخر رازی ایضاً مواہب الرحمٰن: سید امیر)

آیت کی تفہیم کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ یہ بات بخوبی جان لی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز جوڑوں میں پیدا کرتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الذریٰت: 49)

"اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے تخلیق کئے تاکہ تم غور و فکر سے نصیحت حاصل کرو"

اب تو سائنس دان کہتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق بھی اسی اصول پر ہوئی۔ سب سے پہلے زمان اور مکان کا جوڑا پیدا کیا گیا۔ ایک معروف سائنس دان "ڈیراق" کو نوبل پرائز اس بات پر ملا کہ اس نے یہ بات ثابت کی ابتدائی مادہ جس کی تخلیق ہوئی اس میں دو جوڑے تھے مثبت مادہ اور منفی مادہ۔ آئن سٹائن نے کہا کہ مادہ اور توانائی آپس میں ادل بدل سکتے ہیں اس لئے کہ فطرت نے انہیں گویا جوڑا پیدا کیا۔ اب سائنس کے ماہرین آہستہ آہستہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ ساری کائنات وحدت میں ڈھلنے کے لئے بے تاب ہے اور اگر ایسے ہوا تو ساری کائنات ایک دفعہ فنا ہوگی اور پھر اس کی تخلیق نو کی جائے گی جو پہلی تخلیق سے زیادہ حسین اور مکمل ہوگی۔ سورہ نبا کی زیر بحث آیت آخرت پر استدلال کے لئے کتنا حسین موضوع منتخب کرتی ہے کہ ہم نے تمہیں جوڑوں میں پیدا کیا۔

لباس جس طرح انسان کے لئے پردہ پوش ہے اسی طرح رات بھی انسان کے لئے پردہ پوشی کرنے والی ہے

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾

''اور ہم نے تمہاری نیند کو تھکاوٹ دور کرنے کا ذریعہ بنایا''

دلائل انفس میں نیند کو ذریعہ آرام بنانا ذکر کیا گیا۔

احوال انسانی میں چونکہ موت کے ساتھ نیند کی ایک خاص مناسبت اور مشابہت ہے۔ انسان اپنی زندگی میں نیند کا تجربہ بار بار کرتا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی کو نیند کے تجربے سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ اب تک '' سورہ نبأ '' کی آیات میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں ان میں دو دو احوال کو ابھارا گیا ہے مثلاً زمین میں تزلزل اور پہاڑوں کے ساتھ اس میں استقرار، تناسل انسانی میں مذکر اور مونث کا کردار اور نیند میں کبھی حالت موت کی طرح کیفیت اور کبھی زندگی کا جھوم کر اٹھ جانا، یہ سب کچھ سمجھانے کے لئے ہے۔ زندگی مابعد الموت سے ہمکنار کر کے حساب کتاب کرنا اور جنت دوزخ قائم کر دینا اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

ابن عاشور نے کہا کہ نوم کے ساتھ ضمیر مخاطب کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ انسانوں کے علاوہ حیوانات میں اللہ تعالیٰ نے نیند نہیں رکھی بلکہ یہ اسلوب استدلال کو پرزور بنانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ (التحریر: ابن عاشور)

سبت اور سبات کا اصل معنی قطع کرنا ہے یعنی کاٹنا ہے۔ نیند کو سبات اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ محنت، عمل اور حرکت کے تسلسل کو منقطع کر کے کلفت اور تھکان سے نجات دیتی ہے اور انسان نیند کے بعد اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہے اور قویٰ اور اعصاب دل پسند قسم کی راحت محسوس کرنے لگتے ہیں۔

میرے نزدیک '' نومکم '' پر سباتا داخل کرنے میں ایک اور لطیف معنی کی طرف اشارہ ہے۔ سباتا کا معنی انقطاع ہے۔ نیند کی حالت میں انسان دنیا و مافیہا سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن یہ انقطاع دوبارہ تازگی کا پیغام لا کر گویا سونے والے کے لئے ایک دوسرا جہان لا کھڑا کرتا ہے۔ قرآن مجید نوم اور سباتا لفظ میں قیام محشر کے لئے ایک روحانی آئینہ بنا دیتا ہے جس میں آخرت کی حقیقی تصویریں نظر آنے لگ جاتی ہے۔

ابن کثیر نے سباتا کو راحت کے معنوں میں لیا ہے۔

(تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر، ایضاً الجامع الاحکام القرآن: قرطبی)

مبرد نے ایک سہل معنی نقل کیا ہے، جیسے نیند عارضی چیز ہے ایسے ہی موت بھی عارضی چیز ہے۔ (تفسیر القرآن: مبرد مطبوعہ لبنان دار الکتب)، اللہ اعلم

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾

''اور ہم نے رات کو لباس بنادیا''

یہاں سے '' رات اور دن '' کا بیان شروع ہوا۔ رات کے لئے '' کریم الارض '' نے فرمایا ہم نے رات کو لباس بنادیا۔ رات کے لئے لباس کی تشبیہ تین معانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ لباس جس طرح انسان کے لئے پردہ پوش واقع ہوا ہے اسی طرح رات بھی انسان کے لئے ساتر اور پردہ پوشی کرنے والی ہے۔ رات کو بنانے کا ذکر مجوس کے عقیدہ کو توڑ دیتا ہے اس لئے کہ وہ رات کو ظلمت کا رب گردانتے ہیں اور لباس جس وقت بدن کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے فطری بات ہے انسان زینت اور آرام محسوس کرتا ہے۔ رات بھی جس وقت کسی کو اپنے گہوارے میں سمولیتی ہے وہ ایک گونہ پرسکون ہو جاتا ہے۔

تیسرا معنی لباس کا گرمی سردی سے بچانے والا ہوتا ہے۔ رات بھی لباس کی طرح انسان کو مضرات سے محفوظ کر دیتی ہے، جب رات کی تاریکیاں لوریاں دیتے ہوئے انسان کو نیند کی آغوش میں لے لیتی ہیں۔

آیت میں رات اور دن کے نظام بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھایا ہے کہ اس نے انسانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے یہ حکیمانہ نظام بنا دیا جس وقت انسان کو اندھیرے کی ضرورت ہو رات آجاتی ہے اور جب روشنی کی ضرورت ہو دن طلوع ہو جاتا ہے۔ جب سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے جس وقت جو چاہے پیدا کر لے تو اس کا قیامت قائم کر دینا کوئی مشکل معاملہ کام نہیں سب کچھ قادر و قدیر کے ہاتھ میں ہے۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾

''اور ہم نے دن کو معاش کے لئے بنایا''

دن کی روشنی بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ یہ انسان میں جوش، حرکت اور محنت کا ولولہ پیدا کرتی ہے اور انسان تلاش معاش پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ بیان رحمت کہ ہم نے دن کو تمہارے لئے معاش اور زندگی کا ذریعہ بنادیا انتہائی جاذب نظر ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ معاش میں اگر مصدر میمی ہے تو پھر معاش سے مراد وقت معاش ہے اور اگر یہ ظرف ہے تو معنی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن کو محنت اور اکتساب کے لئے ظرف کر دیا ہے۔ (تفسیر کبیر: رازی)

خطیب شربینی نے معاش کی تفسیر حیات اور زندگی سے کی ہے (تفسیر سراج: خطیب شربینی) یعنی جب تم سو کر اٹھتے ہو تو اللہ نے دن کو تمہارے لئے گویا زندگی کا نور بنادیا ہے، اگر اسے حیات کا حقیقی معنیٰ مراد نہ بھی لیا جائے تو بھی کاروبار حیات میں دن چڑھتے ہی جو تازگی آجاتی ہے، طبیعتیں مچل جاتی ہیں، معاش کو زندگی کا خوبصورت استعارہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾

''اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان''

اور ہم نے تمہارے اوپر سات مستحکم آسمان بنائے ہیں، اس سے مراد کیا ہے؟

ابن عاشور لکھتے ہیں کہ ممکن ہے اس سے مراد سات مشہور ستارے ہوں۔ زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ، عطارد، قمر، ان میں سے بعض بعضوں سے عالی اور بلند ہیں اور بعض کو بعض کے ذریعے سے گرہن لگ جاتا ہے۔ (التحریر: ابن عاشور ایضاً قرطبی ایضاً رازی)

یہ بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سات کا عدد تکثیر کی ہو اور آیت آسمان کے متعدد کروں، کہکشاؤں اور نظام شمسی کے مجموعہ کی طرف اشارہ کرتی ہو۔

(تفسیر نمونہ: مفسرین کی ایک جماعت)

یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد زمین کے اطراف میں ہوا کے متعدد طبقات ہوں جو ظاہری طور پر رقیق ہونے کے باوجود اتنے مستحکم ہیں کہ کرہ ارضی کو آسمانی آفات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

زیادہ مضبوط بات یہی ہے کہ اس سے مراد سات آسمان ہیں جیسا کہ جا بجا قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

اب تو سائنس دان کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زمان اور مکان کا جوڑا پیدا کیا گیا

جب حکمران ظالم ہوں

عن علقمه بن وائل الحضرمی عن ابیه رضی الله عنهما قال قال سلمة بن یزید الجعفی ﷺ لرسول الله ﷺ فقال یا نبی الله ارأیت ان قامت علینا امراء یسالونا حقهم و یمنعونا حقنا فماتا مرنا فاعرض عنه ثم سأله فاعرض عنه ثم سأله فی الثانیة او فی الثالثة فجذبه الاشعث بن قیس ﷺ و قال اسمعوا اطیعوا فانما علیهم ما حملوا و علیکم ما حملتم (صحیح مسلم کتاب الامارة، باب الامر بالصبر عند ظلم الولاة)

مفتی محمد صدیق ہزاروی

"حضرت علقمہ بن وائل حضرمی رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: حضرت سلمہ بن یزید جعفی ﷺ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ بتایئے اگر ہم پر ایسے حاکم مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارے حق سے ہمیں محروم رکھیں تو (ایسی صورت حال میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے (ان کے سوال کا جواب دینے سے) اعراض فرمایا۔ انہوں نے پھر دوبارہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ پھر جب دوسری یا تیسری بار سوال کیا تو حضرت اشعث ﷺ بن قیس نے ان کو (اپنی طرف) کھینچ لیا (یعنی سوال کرنے سے روکا)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" سنو! اور اطاعت کرو ان کا بوجھ ان پر اور تمہارا بوجھ تم پر ہوگا"۔

کسی قوم کا حاکم یا امیر اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوتا ہے اور رعایا اور ماتحت لوگ اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔ جس طرح باپ اور اولاد دونوں کے ایک دوسرے کے ذمہ حقوق اور فرائض ہوتے ہیں اسی طرح حکومت اور رعایا، امیر اور ماتحت اور حاکم محکوم کے بھی ایک دوسرے کے ذمہ حقوق و فرائض ہوتے ہیں۔

بلکہ باپ اور حکمرانوں کی ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے کیونکہ یہ لوگ اختیار کے مالک ہوتے ہیں اور رعایا یا اولاد ان کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ یہ چاہیں تو اپنے اختیارات کو صحیح استعمال کریں اور چاہیں تو ان کے استعمال کے لئے غلط راستہ اختیار کریں۔

رعایا کی طرف سے حکمرانوں یا حکومت کے حقوق کی عدم ادائیگی کا تصور بہت کم ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے سامنے جیل کے دروازوں کو کھلا دیکھتا ہے۔ کوڑوں کی ضربیں اسے سنائی دیتی ہیں اور سزا کا تصور اسے حاکم کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرتا ہے۔

لیکن حاکم خود مختار ہوتا ہے اسے نہ تو کسی جیل کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سزا کا ڈر۔ جب تک وہ اقتدار میں ہوتا ہے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور اقتدار کی دلہن کو طلاق دینے کے بعد کئی قوتیں اس کی حفاظت کے لئے میدان میں اتر آتی ہیں اور یوں رعایا اس کے مظالم پر سے سزا ملنے کے خواب کو کبھی شرمندہ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھ نہیں سکتی۔

رسول اکرم ﷺ سے جب سوال کیا گیا کہ اگر ہم پر ایسے ظالم حکمران مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں لیکن ہمارے حقوق ادا نہ کریں (تو ہم کیا کریں) تو رسول اکرم ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ جو شخص کسی کے حقوق کو غصب کرتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ سزا سے بچ جائے گا کیونکہ احکم الحاکمین ذات موجود ہے، جو ان کو ان کے کئے کی سزا دے گی۔

اسی طرح اگر رعایا میں سے بھی کوئی شخص بلاوجہ حاکم کے حقوق ادا نہیں کرتا (یعنی اس کی بات نہیں سنتا اور اسے قبول نہیں کرتا) تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا۔

اسلام افراط و تفریط سے پاک دین ہے۔ اس میں کسی ایک فریق کی طرف داری کا تصور نہیں بلکہ ہر فریق کو اس کا حق دیا گیا ہے، لہٰذا ایسا بھی نہیں کہ حکمران کو ہی مجرم ٹھہرایا جائے اور قانون شکنی کرنے والے مظلوم بن کر مگرمچھ کے آنسو بہائیں اور ان پر ترس کھایا جائے، چاہے، وہ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کریں، چاہے وہ رشوت کا بازار گرم کریں اور چاہے وہ دوسروں کی جان، مال اور عزت سے کھیلیں اور قانون حرکت میں نہ آئے۔

اور ایسا بھی نہیں کہ رعایا حکومت کے حقوق ادا کرے، ٹیکس کی ادائیگی بھی کرے، ٹریفک کے قوانین کی پابندی بھی کرے اور کسی قسم کی قانون شکنی بھی نہ کرے، اس کے باوجود وہ بنیادی ضرورتوں سے محروم رہے۔ بھوک اور افلاس نے اس کے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہوں۔ وہ اس لئے اپنے بچوں کا پیٹ نہ پال سکے کہ اسے رزق حلال کے حصول کا کوئی ذریعہ میسر نہ آسکے، یا وہ باصلاحیت ہونے کے باوجود کرپشن پر مبنی نظام کی وجہ سے ملازمت حاصل نہ کر سکا یا مہنگائی کے عفریت نے اس کا راستہ روک رکھا ہو۔

بلکہ اسلام نے جس طرح حکمرانوں کے لئے حقوق و فرائض کا تعین کیا ہے اسی طرح رعایا کے لئے بھی حقوق و فرائض کا تعین کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے امت کو اختلاف سے بچانے کے لئے اور غیر مسلم قوتوں کا ترنوالہ بننے سے روکنے کے لئے اہل اقتدار کے ظلم و ستم کے باوجود رعایا کو ان کی بات سننے اور ماننے کا حکم دیا۔

جہاں تک حکمرانوں کا تعلق ہے تو ان کی راہنمائی ان کو راہ راست پر رکھنے نیز رعایا کو مظالم سے بچانے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے واضح لفاظ میں ان کو ہدایات جاری فرمائیں جو ایک دعا کی شکل میں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس حجرہ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللهم من و لي من امر امتي شيئاً فشق عليهم فاشقق عليه و من ولي من امر امتي شيئاً فرفق بهم فارفق به

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل)

"اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملہ پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ولی ہو اور وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کرنا"۔

اس حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ کی دو دعاؤں کا ذکر ہے: ایک دعا رعایا سے اچھا سلوک کرنے والے حکمرانوں اور مختلف اداروں کے سربراہوں کے حق میں ہے۔ وہ کسی بھی سطح کے حکمران یا سربراہ ہوں اور دوسری دعا ان لوگوں کے خلاف ہے جو اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بجائے ان کے حقوق غصب کرتے اور ان پر مظالم ڈھاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اس دعا میں مکافات عمل کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ تم جس طرح کا سلوک کرو گے اسی طرح کا سلوک تم سے بھی کیا جائے گا، لہٰذا آج اقتدار کے نشہ میں مکافات عمل کو بھول نہ جاؤ۔

رسول اکرم ﷺ نے امت کی یکجہتی، اتفاق اور اتحاد کو ہمیشہ ترجیح دی، چنانچہ اسی اتحاد کی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے رعایا کو اپنے حقوق کے نہ ملنے پر صبر کرنے کا حکم دیا۔

درحقیقت وہ قوم کامیاب اور بامراد ہوتی ہے جس میں حاکم، محکوم، حکمران اور رعایا، سربراہ اور ماتحت سب اپنے اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

قرآنِ حکیم اور آلِ پیغمبر ﷺ

پیر سید خضر حسین چشتی

ان کی پاکی کو خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

خالق کائنات نے قرآن مجید فرقان حمید میں کئی مقامات پر اپنے پیارے حبیب ﷺ کی آل وعترت اور اہل بیت کاذکر فرمایا ہے۔

آیت نمبر(۱)

آیت تطہیر:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا

''اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی ناپا کی کو اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔''

(پ:۲۱۔سورہ احزاب۔آیت ۳۳)

اس آیت مبارکہ میں اہل بیت رسول ﷺ کو تقویٰ و پرہیز گاری کی ترغیب، نجاستوں سے بچنے کا حکم اور گناہوں سے نفرت دلائی گئی ہے۔

رجس کے معنی:

رجس کے معنی۔الشئی ءُ القذر (گندی چیز) کے ہیں۔

امام زہری نے فرمایا:

لرجس اسم لکل مستقذر من عمل وغیره

ہر ناپسند چیز کو رجس کہتے ہیں خواہ عمل ہو یا غیر عمل

(الشرف المؤبد لال محمد)

اور اکثر علماء نے مجازاً اس سے ذنب (گناہ) مراد لیا ہے۔

اور سدی نے اس سے مراد اثم (گناہ) اخلاق یا مذہبی جرم لیا ہے اور زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد فسق ہے۔ابن زید کے نزدیک شیطان اور حسن نے اس کو شرک کہا ہے اور بعض نے اس سے شک، بخل، طمع، خواہشات، بدعت، نقص وغیرہ مراد لیا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمراد به هنا هما یعم کل ذلک

یہاں اس سے مراد یہ ہے جو ان سب کو شامل ہے۔

(روح المعانی جز۲۲،ص:۱۲،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس سے معلوم ہوا کہ خالق کائنات نے اہل بیت رسول ﷺ کو اس قسم کی تمام آلائشوں سے محفوظ رکھا جو رجس کے ضمن میں آتی ہیں۔

سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے:

انا واهل بیتی مطهرون من الذنوب

(روح المعانی ج۲۲ص:۱۲)

کہ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔

اہل بیت رسول ﷺ

مذکورہ آیت مقدسہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پاک کے بارے میں نازل ہوئی۔

علامہ خازن (علاؤالدین علی بن محمد بغدادی) رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے اور آپ اس وقت سیاہ بالوں کی ایک منقش (دھاری دار) چادر اوڑھے ہوئے تھے پھر آپ بیٹھ گئے۔

فاتت فاطمة فادخلها فیه

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں چادر مبارک میں داخل فرمالیا۔''

ثم جآء علی فادخله فیه.

''پھر علیؑ آئے ان کو بھی چادر کے نیچے جگہ عطا فرمائی۔

ثم جآء الحسن فادخله

''پھر حضرت حسنؑ آئے تو انہیں بھی اسی چادر میں داخل فرمالیا۔

ثم جآء الحسین فادخله

پھر حضرت حسینؑ آئے تو انہیں بھی چادر میں داخل کرلیا۔

اور پھر یہ آیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرًا تلاوت فرمائی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت مبارکہ میرے گھر میں نازل ہوئی جب کہ میں دروازے کے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے عرض کیا۔

یا رسول الله الست من اهل بیت؟

یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟

تو آپ نے فرمایا۔

انک الی خیر انت من ازواج النبی (صلی الله علیه وسلم)

یقیناً آپ بھلائی پر اور نبی (ﷺ) کی ازواج میں سے ہیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ گھر میں رسول کریم ﷺ کے علاوہ علیؑ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن اور حسین موجود تھے تو سید عالم نے ان سب کے اوپر چادر ڈال دی اور فرمایا:

اللهم هؤلاء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس وطهر هم تطهیرا

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور فرما اور انہیں خوب پاک فرما۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۳۹، تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۹۸، مطبوعہ بیروت، لبنان)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے کے پاس سے نماز فجر کے لئے گزرتے تو بلند آواز سے فرماتے۔

الصلوة . یا اهل البیت . الصلوة . انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرًا.

(تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۹۹ امام جلال الدین سیوطی) نماز (کا وقت ہے) اے اہل بیت نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی ﷺ کے گھر والو کہ تم سے دور کردے ہر قسم کی ناپاکی کہ تمہیں پوری طرح سے پاک وصاف کردے۔

اور یہ عمل چھ ماہ تک جاری رہا۔ بقول ابن عباسؓ یہ معمول سات ماہ تک جاری رہا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس صبح تک حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر تشریف لاکر فرماتے رہے۔

السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته الصلوة رحمکم الله

اے اہل بیت تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو نماز پڑھو خدا تم پر رحم فرمائے۔

(الشرف المؤبد لآل محمد ص ۸ مطبوعہ مصر)

امام ابن ابی شیبہ۔۔۔امام احمد۔۔۔امام ابن جریر۔۔۔امام ابن منذر۔۔۔امام ابن ابی حاتم۔۔۔امام طبرانی۔۔۔امام حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا) اور امام ابوبکر بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت بیان کی کہ رسول کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اپنے سامنے قریب بٹھایا اور حسن وحسین کو اپنی آغوش میں بٹھالیا پھر ان سب کو دامن رحمت میں لے کر آیہ تطہیر تلاوت فرمائی اور دعا کی:

اللهم هؤلاء اهل بیتی اللهم اذهب عنهم الرجس وطهر هم تطهیرا

''اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے پلیدی دور رکھ اور انہیں پاک وصاف فرمادے''

حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ و انا من اھلک

''اے اللہ کے رسول میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"وانت من اھلی "

ہاں تم بھی میرے اہل میں سے ہو

(وقال البیھقی وکانہ جعلہ فی حکم الا ھل تشبیھا بمن یستحق ھذا الا سم لا تحقیقا۔ (صواعق محرقہ ص۱۴۴)

''امام بیہقی کہتے ہیں گویا آپ ﷺ نے تشبیھا اہل کے حکم میں داخل فرمایا جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقاً۔

حضرت واثلہ ؓ فرماتے ہیں:

انھا لا رجی ما ارجو

''میرے لیے یہ بہت بڑی امید کی بات ہے۔''

(الشرف المؤبد ص۱۰)

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں مذکورہ بالا آیت تطہیر کے ضمن میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دعا کے بعد ارشاد فرمایا:

انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم وعد و لمن عاداھم"۔

(صواعق محرقہ ص:۱۴۴)

کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں اس کا دشمن ہوں گا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان نفوس قدسیہ پر چادر ڈال کر ان پر اپنا دست مبارک رکھا ور فرمایا:

"اللھم ھؤلاء آلُ محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد انک حمید مجید"

اے اللہ! یہ لوگ آل محمد ﷺ ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما بے شک تو ہی تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔

(صواعق محرقہ ص:۱۴۴)

اس سے مراد کون:

مذکورہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد کون ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین عظام کا اختلاف ہے۔ امام بغوی (ابو محمد حسین بن فراء) علامہ خازن اور بہت سے دیگر مفسرین کرام کے مطابق، ایک جماعت جن میں صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری ؓ اور تابعین میں سے حضرت مجاہد ؓ اور جناب قتادہ وغیرہم ہیں۔۔۔۔کہ اہل بیت سے مراد اہل عبا (چادر والے) یعنی حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی ؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، جناب حسنین رضی اللہ عنہم۔

دوسرے گروہ جس میں صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعی حضرت عکرمہ ؓ ہیں، کا موقف یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد امہات لمؤمنین ہیں۔

علامہ خطیب نے امام بقائی کے حوالہ سے بتایا کہ اہل بیت سے مراد وہ تمام حضرات ہیں جو رسول کریم ﷺ سے خصوصی وابستگی رکھتے ہیں ۔۔۔۔مرد۔۔۔۔عورتیں۔۔۔۔ازواج مطہرات۔۔۔۔کنیزیں اور قریبی رشتہ دار۔

امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم ہیں اور بعض نے بنو عباس، آل عقیل، اور دیگر جن پر صدقہ حرام ہے سب کو مراد لیا ہے۔

لیکن جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ اس سے ازواج رسول اور اولاد رسول مراد ہیں، یعنی تمام امہات المؤمنین، مولا علی ؓ، سیدہ بتول رضی للہ عنہا، حضرت حسن ؓ جناب حسین ؓ۔ (ماخوذ از شرف مؤبد، امام یوسف نبہانی)

یہ امر یقینی ہے کہ مولائے کائنات علی۔۔۔سیدہ زہرا بتول۔۔۔حسن مجتبیٰ۔۔۔حسین شہید کربلا علیہم السلام۔۔۔بہر حال اہل بیت میں

شامل ہیں اور فخر عالم ﷺ نے ان پاک باز ہستیوں کو اہل بیت فرما کر تمام اختلاف کے دروازے بند کر دیئے۔ اگر کوئی بد بخت ان شواہد کی موجودگی میں حسنین کریمین کو اہل بیت رسول ماننے کے لئے تیار نہیں تو یہ اس کی ہٹ دھرمی ہے یا اس کے اندرونی عناد کی علامت ہے۔

باغ جنت کے ہیں ، بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت
ان کی پاکی کو خدانے پاک کرتا ہے بیاں
آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت
مصطفٰے عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہل بیت

آیت نمبر ۲

آیت مباہلہ:

ارشاد خداوندی ہے۔

فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم و نساء نا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین

(اے حبیب) ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی، اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی، اور تم کو بھی، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۱)

مباہلہ: مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ ان میں جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

شان نزول: اوپر درج آیت مبارکہ کی شان نزول کے بارے میں مفسرین عظام نے جو بیان فرمایا وہ کچھ یوں ہے کہ بنی نجران کا ایک وفد سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شرکائے وفد حضور سے کہنے لگے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری بتول۔ عذرا کی طرف القا کیے گئے۔

یہ سن کر نجرانی عیسائی بہت غصہ میں آنے اور کہنے لگے یا محمد ﷺ کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ)

خالق کائنات نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون

بے شک (عیسیٰ علیہ السلام) کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی طرح ہے۔ بنایا مٹی سے پھر فرمایا اسے ہوجا تو وہ ہوگیا۔ (پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت: ۵۹)

خیال رہے کہ عیسائی جناب عیسیٰ کی بغیر باپ کے ولادت کو اس بات کی دلیل بتاتے کہ آپ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ قرآن عزیز ان کی واضح تردید فرماتا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی یہی دلیل ہے تو پھر آدم علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس کا نہ کوئی باپ تھا اور نہ کوئی ماں، اگر تم ان کو انسان مانتے ہو تو عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں خدا یا خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے۔

امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس آیت مباہلہ کے نازل ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت علی ﷺ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن ﷺ، حضرت حسین ﷺ کو بلایا اور کہا:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی .

اے اللہ یہ ہی میرے اہل بیت ہیں۔

(تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۷۱)

واقعہ: مفسرین نے اس سلسلے میں جو واقعہ نقل فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان کے تمام اعتراضات کے تحقیقی جوابات

ارشاد فرمائے تو نجرانی وفد پھر بھی دعوت توحید کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا اور اپنے عقیدہ تثلیث پر اڑا رہا، تو ان معاندین پر حجت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو انگلی سے پکڑے ہوئے تشریف لائے اور حضور کے پیچھے پیچھے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور ان کے پیچھے حیدر کرار رضی اللہ عنہ آ رہے تھے اور حضور فرما رہے تھے:

اذا دعوت فامنوا (مظہری ج ۲ ص ۶۱)

جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔

جب سرکار ﷺ نے ان کے سامنے آیت مباہلہ پڑھی اور ان کو مباہلہ کی دعوت دی تو ان کا پادری انہیں کہنے لگا۔

یا معشر النصاریٰ انی لا ری وجو ھا لو سالو اللہ ان یزیل جبلًا مکانہ لا زالہ

(مظہری جلد ۲ ص ۲۱)

یعنی "اے گروہ نصاریٰ مجھے ایسے چہرے نظر آ رہے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اللہ پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔

لہٰذا بہتر ہے کہ تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ سب مر جاؤ گے اور روزِ قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ انہوں نے صلاح مشورہ کے لئے مہلت طلب کی اور دوسرے روز مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور صلح کر لی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان العذاب قد تدلی علی اھل نجران. ولو تلاعنوا لمسخوا قردۃ وخنازیر ولا ضطرم علیھم الوادی نارًا و لا ستأ صل اللہ نجرا ن واھلہ حتی الطیر علی الشجر وما حال الحول علی النصاری کلھم حتی ھلکوا.

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران کے سروں پر عذاب آ ہی گیا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندروں اور سوروں جیسی ہو جاتیں۔ ساری وادی بھڑکتی ہوئی آگ سے بھر جاتی۔ نجران اور نجران کے رہنے والے، یہاں تک کہ درختوں پر پرندے بھی تباہ و برباد ہو جاتے اور سال گزرنے نہ پاتا کہ تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

(تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۷۰)

مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر وہ حضور ﷺ کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے نکلتے تو

لرجعوا لا یجدون ما لا ولا اھلا

لوٹ کر اپنے مالوں اور بال بچوں کو نہ پاتے

(تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۷۰)

نصرانی وفد کے سرداروں کے نام:

نجران کے نصرانیوں نے بطور وفد ساٹھ آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہے۔ (۱) عاقب جس کا نام عبد المسیح تھا (۲) سید جس کا نام ایہم تھا (۳) ابو حارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا (۴) اویس بن حارث (۵) زید (۶) قیس (۷) یزید اور (۸، ۹) اس کے دونوں لڑکے (۱۰) خویلد (۱۱) عمر (۱۲) خالد (۱۳) عبد اللہ (۱۴) محسن، یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے، عاقب جو امیر قوم تھا اور عقل مند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اس کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے۔

دوسرا سید جو ان کا لاٹ پادری تھا، تیسرا ابو حارثہ جو مدرس اعلیٰ تھا۔ یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا اور اگلی کتابوں میں حضور ﷺ کی صفات پڑھ چکا تھا۔ دل سے آپ ﷺ کی نبوت کا قائل تھا لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہ آ سکا۔ (تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۳۶۹)

مذکورہ بالا آیت کی مباہلہ کی تفسیر سے جن امور کا تذکرہ ہوا ان سے جو چیز نکھر کر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو

کسی مخلوق کو خدایا خدا کا بیٹا تسلیم کرے وہ باطل پر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے نزدیک علی، فاطمہ، حسن وحسین، سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

جو لوگ علی اور حسنین کے بارے میں اپنے سینوں میں بغض وعناد رکھتے ہیں وہ اس آیت سے عبرت حاصل کریں اور اپنے اذہان وقلوب میں ان پاکباز ہستیوں کا احترام پیدا کریں۔

ایک شبہ کا ازالہ: بعض لوگوں نے مباہلہ کے سلسلے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صرف ایک ہی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔ اگر کوئی اور صاحبزادی ہوتی تو اس دن مباہلہ میں ضرور شرکت کرتی تو جواباً عرض ہے کہ سرکار علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور مباہلہ کے روز سیدہ خاتون کا اکیلے تشریف لانا اس لئے تھا کہ باقی صاحبزادیاں انتقال فرما چکی تھیں۔ سیدہ رقیہ نے ۲ھ میں حضرت زینب نے ۸ھ میں اور حضرت ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال فرمایا (رضی اللہ عنھن) اور یہ مباہلہ کا واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔

آیت نمبر ۳

آیت مودت:

خالق ارض وسماء کا ارشاد ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۳)

آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ سوائے قرابت کی محبت سے۔

شان نزول: آیت مودت کی شان نزول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں بیان فرمائی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور ﷺ کے حقوق واحسانات یاد کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ کی بدولت ہمیں ہدایت عطا ہوئی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور آپ کے مصارف (خرچ واخراجات) بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے وہ اموال واپس فرمادیئے۔

(تفسیر خزائن العرفان ص: ۷۰۳ مطبوعہ تاج کمپنی سن اشاعت ۱۹۸۳ء)

مفسرین عظام نے اس آیت کی تفسیر میں کافی اقوال نقل فرمائے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو یہ علان کرنے کا حکم دیا کہ میں تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم آپس میں پیار اور محبت کرو۔

بعض نے لکھا ہے کہ مودۃ فی القربیٰ سے مراد یہ ہے کہ تم میری قرابت کا لحاظ کرو اور مجھ سے تقاضائے قرابت کے مطابق مودت کرو ور میرے رشتہ قرابت کو جوڑے رکھو اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ تم اللہ سے محبت کرو اور اطاعت کے ذریعے سے اس کا قرب حاصل کرو۔

حضرت سعید ﷺ ابن جبیر ﷺ اور عمرو بن شعیب ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا ہے:

الا ان تود وا اقربا بتی وعترتی وتحفظو نی فیھم

ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

یا رسول اللہ من قرا بتک ھو لاء قال علی وفا طمۃ وا بنا ھما

یا رسول اللہ ﷺ آپ کے قرابت داروں سے کون لوگ مراد ہیں، فرمایا علی فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے حسن وحسین۔

(تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۱۸ مطبوعہ کوئٹہ)

حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور ترین تفسیر میں ابو دیلم کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ (واقعہ کربلا کے بعد) جب حضرت علی ﷺ زین العابدین بن حسین علیہ السلام کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی شخص نے کھڑے ہو کر (نہایت بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہا۔

"الحمد للہ الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنۃ"

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور جڑوں سے اکھیڑا اور فتنے کا سینگ کاٹ دیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ اس شامی نے کہا ہاں پڑھا ہے۔ امام زین العابدین ﷺ نے فرمایا کیا تو نے

اس میں "حٰم" والی سورتیں پڑھی ہیں؟ اس شامی نے کہا۔ جب سارا قرآن پڑھ لیا تو پھر "حٰم" والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ "یہ کیسے ہوسکتا ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس میں اس آیت کی تلاوت نہیں کی؟ قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ اس نے کہا۔ وانکم لا نتم هم؟ قال نعم۔ تو کیا تم وہ ہو؟ (جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) آپ نے فرمایا۔ ہاں (ہم وہی ہیں)۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، لبنان تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

او پر درج واقعہ میں امام زین العابدین ﷺ سے ایک شام کے رہنے والے ناصبی کی زہریلی گفتگو سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یزید اور اس کے قریبی خوان رسول کے کس قدر دشمن تھے۔

حضرت علامہ نسفی (ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود) اور حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اور حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اپنی تفاسیر میں ارقام فرماتے ہیں: کہ جب یہ آیت مودت نازل ہوئی تو حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا:

"یا رسول الله من قرابتک هؤلاء الذین وجبت علینا مودتهم"

اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ وہ آپ کے قریبی کون ہیں، جن کی محبت ہم (مسلمانوں) پر واجب ہے۔

"قال علی وفاطمة وابناهما"

حضور ﷺ نے فرمایا علی ﷺ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے دونوں بیٹے حسن و حسین ﷺ)

(تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۱۰۱ مطبوعہ مصر تفسیر روح المعانی حصہ ۲۵ ص ۳۱ تفسیر روح البیان جلد ۸ ص ۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

عارف باللہ شیخ اکبر حضرت علامہ امام محی الدین بن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا۔

"یا رسول الله من قرابتک هؤلاء الذین وجبت علینا مودتهم"

اے اللہ کے رسول آپ کے قریبی کون لوگ ہیں جن کی محبت (قرآنی احکام کے مطابق) ہم پر واجب ہے۔

"قال علی وفاطمة والحسن والحسین وابناؤ هما."

سرکار ﷺ نے فرمایا علی ﷺ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن ﷺ اور حسین ﷺ اور ان دونوں کی اولاد۔

علامہ ابن عربی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مذکورہ آیت کے تحت آگے چل کر لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

حرمت الجنة علی من ظلم اهل بیتی واذانی فی عترتی ومن اصطنع صنیعةً الی احد من ولد عبد المطلب ولم یجازه فانا اجازیه علیها غدًا اذا لقینی یوم القیامة.

اس شخص پر جنت حرام کردی گئی ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت کے بارے میں تکلیف دی اور جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو اس کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا۔

(تفسیر ابن عربی ج ثانی ص ۲۳۳ طبوعہ بیروت سن اشاعت ۱۹۶۸ء، تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۱۱ طبوعہ کوئٹہ اشاعت ۱۹۵۸ء)

حضرت علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ (علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی) اپنی تفسیر (لباب التاویل فی معانی التنزیل) میں اسی آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا:

ارقبوا محمدًا صلی الله علیه وسلم فی اهل بیته.

محمد مصطفیٰ ﷺ کا ان کے اہل بیت کے معاملہ میں لحاظ کرو۔

(تفسیر الخازن جلد ۴ ص ۱۰۱)

آیت مودت کے تحت لکھے گئے تفسیری حقائق سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عترت پیغمبر علیہ السلام سے محبت وعقیدت ہر مومن کے لئے واجب ہے اور بخشش و مغفرت کا وسیلہ ہے۔

آقا علیہ السلام کا مندرجہ بالا فرمان کہ "میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے پر جنت حرام کردی گئی ہے" ان لوگوں کے لئے انتباہ ہے جو یزید لعین کو امیر المومنین خلیفہ برحق، فتی العرب، متقی پرہیزگار اور پیدائشی جنتی وغیرہ کہتے نہیں تھکتے اور ان مرض نفاق میں مبتلا لوگوں کو حضرت

بوبکر صدیق ﷺ کے اس قول کا بھی خیال رکھنا چاہئے جو مذکورہ آیت کے ضمن میں اوپر درج کیا گیا ہے کہ "نبی کریم کا ان کے اہل بیت کے معاملہ میں لحاظ کرو۔"

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ومن یقترف حسنة نزدله فیها حسناً (شوریٰ: ۲۳) کے ضمن میں ارقام فرماتے ہیں:

حب آل الرسول علیه الصلوٰة والسلام من اعظم الحسنات .

کہ رسول کریم ﷺ کی آل وعترت کی محبت اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے ہے۔

(تفسیر روح المعانی حصہ ۲۵ ص ۳۳)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں حضور ﷺ سے قریبی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ چیز تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علی ﷺ، حسن ﷺ اور حسین ﷺ کا حضور ﷺ سے تعلق سب تعلقات سے بڑھ کر ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

فوجب ان یکونوا هم الآل

پس ثابت ہوا کہ آل سے مراد یہی ہیں

(تفسیر کبیر حصہ ۲۷ ص ۱۶۶)

مندرجہ بالاحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ آقا ﷺ کے قریبیوں اور آل رسول سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض وعناد منافقت کی نشانی ہے۔ جنت کی بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کے سمندر موجزن ہیں۔ وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور آل مصطفےٰ سے محبت رکھتے ہیں اور علی ﷺ کو اپنا مولیٰ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طاہرہ کو مخدومہ، حسن ﷺ مجتبیٰ کو آخری خلیفہ راشد اور حسین شہید ﷺ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔

وہ بڑا بدبخت انسان ہے جو علی پاک کی مدت خلافت کو عبوری دور سے تعبیر کرے۔ سیدۃ النساء العالمین کی جناب میں ہرزہ سرائی کرے، امام حسن ﷺ کی توہین کرے اور امام حسین ﷺ شہید کربلا کو باغی قرار دے۔ ایسے یاوہ گو، بدنہاد کے دونوں جہان تاریک ہیں۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں

لعنة الله علیکم دشمنانِ اہل بیت

آیت نمبر ۴

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے۔

ان الله وملئکته یصلون علی النبی یایها الذین آمنو صلو ا علیه وسلمو تسلیما

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو (اور بڑے ادب ومحبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

(پارہ ۲۲، سورہ احزاب آیت ۵۶)

اس آیت مبارکہ میں امام الانبیاء ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنا، رحمت وبرکت نازل فرمانے، آپ کا ذکر بلند کرنے، آپ کے دین کو غلبہ دینے، آپ کی شفاعت قبول فرمانے، آپ کی شان وبزرگی کو آشکار اور تعریف وثناء کرنے کے معنوں میں آتا ہے اور فرشتوں کا درود بھیجنا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول ﷺ کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دعا کرنا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم فرما رہا ہے کہ تم بھی میرے پیارے محبوب کی رفعت شان کے لئے دعا مانگا کرو۔

علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں حضرت کعب بن عجرہ کی ایک صحیح روایت نقل فرمائی ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کی جناب میں سلام پیش کرنے کا طریقہ کیا ہے، اب ہمیں تعلیم دیں کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہا کرو۔۔۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد۔۔۔ الیٰ آخر (تشہد میں پڑھا جانے والا درود) پس اس آیت کے نزول کے بعد ان کا سوال کرنا اور آپ ﷺ کا جواب دینا:

دلیل ظاهر علی ان الامر بالصلوٰة علی اهل بیته و بقیة آله مراد من هذه الآیة

اس بات کی روشن ترین دلیل ہے کہ اس آیت میں درود کا حکم ہے آپ کے اہل بیت اور بقیہ آل کے لئے مقصود ہے۔

امام ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر اس سے یہ مفہوم ظاہر نہ ہوتا تو وہ اہل بیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور انہیں ایسا جواب نہ ملتا۔ جب انہیں یہ جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے اور سرکار ﷺ نے اہل بیت کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے کیونکہ آپ پر درود پڑھنے کا مقصد آپ ﷺ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر شریف میں داخل فرما کر خدا کی جناب میں عرض کیا:

اللھم انھم منی و انا منھم فا جعل صلاتک ورحمتک ومغفرتک و رضوا نک وعلی وعلیھم

اے اللہ! کریم یہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں پس تو اپنی صلوٰۃ و رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا فرما۔

اور اس دعا کی قبولیت کا قضیہ یہ ہے: ان اللہ صلیٰ علیھم معه کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۴۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان سن اشاعت ۱۹۷۶ء)

اور اس وقت مومنوں سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

صلوٰۃ بتراء: حضور نبی اکرم ﷺ نے (اپنے غلاموں کو حکم) فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے عرض کی صلوٰۃ بتراء کیا ہے؟ سرکار نے فرمایا تم کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور رک جاتے ہو، بلکہ تم کہا کرو، اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد اے اللہ رحمت و برکت بھیج رسول اور آل رسول پر۔

(صواعق محرقہ ص ۱۴۹)

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الدعاء محجوب حتی یصلی علی محمد واھل بیته"

کہ جب تک محمد ﷺ ور آپ کی اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبولیت سے رکی رہتی ہے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۴۸)

امام شافعی فرماتے ہیں۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزله کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ له

(دیوان الشافعی مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ القاہرہ مصر)

اے اہل بیت رسول خدا تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم المرتب ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا آیت مقدسہ کی تفسیر سے یہ امر واضح ہوا کہ حضور ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد اپنے صحابہ کو درود پڑھنے کا جو طریقہ ارشاد فرمایا اس میں اپنی آل وعترت پر بھی درود بھیجنے اور سلام پڑھنے کا حکم فرمایا۔۔۔۔۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ درود نامکمل ہے جو صرف حضور پر پڑھا جائے اور آپ کی آل پر نہ پڑھا جائے اور یہ بھی کہ سرکار ﷺ اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھا جائے تو کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

ان ارشادات و فرامین میں وہ لوگ بار بار غور کریں جس کے سینے آل رسول کے بغض کی آگ سے بھڑک رہے ہیں۔

آیت نمبر ۵

رب ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے:

سلام علی ال یاسین

سلام ہو الیاس پر۔

(پارہ ۲۳ سورہ صٰفٰت آیت: ۱۳۰)

اکثر مفسرین کے مطابق مندرجہ بالا آیت سے مراد حضرت سیدنا الیاس علیہ السلام ہیں، لیکن نافع، ابن عامر اور یعقوب کے نزدیک اس کی قرات۔ آل یاسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے:

آل یاسین آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور ترین کتاب الصواعق المحرقہ میں بیان فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

ان المراد بذا لک سلام علی آل محمد و کذا قالہ الکلبی

کہ اس سے مراد آل محمد ﷺ پر سلام پڑھنا ہے اور کلبی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۴۸)

پانچ باتوں میں: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

ان اہل بیتہ ﷺ یسا وونہ فی خمسۃ اشیاء

کہ حضور ﷺ کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ کے مساوی ہیں۔

سلام میں ۔۔۔۔۔۔ جیسا کہ فرمایا:

السلام علیک ایھا النبی سلام ہو آپ پر اے نبی (ﷺ)

اور اہل بیت کے بارے میں ہے۔

سلام علی آل یاسین سلام ہو آل یاسین پر۔

تشہد کی صلوۃ میں: یعنی جب نمازی آخری تشہد میں بیٹھتا ہے تو درود ابراہیمی پڑھتا ہے ۔۔۔۔ تو سرکار ﷺ اور آپ کی آل پر درود پڑھتا ہے۔

طہارت میں: ارشاد خداوندی ہے:

طٰہٰ ۔۔۔۔ اے طاہر ۔۔۔ طٰہٰ حضور کا اسم شریف ہے جس کا معنی ہے اے طاہر و پاک ۔۔۔ اور دوسری جگہ اہل بیت کے متعلق فرمایا:

ویطھر کم تطھیرا تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔

تحریم صدقہ میں: ۔۔۔۔ یعنی جس طرح نبی علیہ السلام پر صدقہ حرام ہے اسی طرح آپ کی آل پر بھی صدقہ حرام ہے۔

محبت میں ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل ان کنتم تحبو ن اللہ فا تبعو نی یحببکم اللہ (سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

(اے نبی) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔

اور اہل بیت کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

(پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۳)

آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ سوائے قرابت کی محبت کے۔

امام رازی کے اس ارشاد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سید عالم ﷺ کے اہل بیت جن پانچ امور میں آپ کے ساتھ ہیں وہ صلوۃ، سلام، محبت، عقیدت، تحریم صدقہ وغیرہ ہیں، جن سے آل رسول کی شان جلالت مرتبہ، مقام اور جاہ و وقار کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی قرابت کے باعث ان پاک باز ہستیوں کو کیسی رفعتیں عطا فرمائیں اور اعلیٰ ترین نعمت سے نوازا ہے۔

برادران اسلام! آل رسول جن پانچ چیزوں میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں ان میں ایک تحریم صدقہ بھی ہے، یعنی جس طرح صدقہ و زکوٰۃ حضور ﷺ پر حرام ہے اسی طرح آل رسول پر بھی صدقہ حرام ہے۔ اس لئے سادات کرام کو چاہئے کہ وہ بھوک سے مر جانا گوارہ کر لیں لیکن وہ صدقہ و زکوٰۃ کو اپنا ذاتی مال سمجھ کر بے دریغ اپنے بچوں پر خرچ نہ کریں اور جو ایسا کر رہے ہیں وہ اندر سے ٹوٹتے جا رہے ہیں، اس لئے اولاد زہراء کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ خدا کے لئے اس میل کچیل سے بچنے کی آخری حد تک کوشش فرمائیں۔

آیت نمبر ۶

فرمان خداوندی ہے۔

"وقفوھم انھم مسئو لون"

(پارہ ۲۳ سورۃ الصفات آیت ۲۴)

اور (اب ذرا) روک لو انہیں، ان سے باز پرس کی جائے گی

علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں اس آیت مبارکہ کے ضمن میں ارقام فرماتے ہیں کہ دیلمی نے حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وقفوهم انهم مسئو لون عن ولا ية علي

یعنی انہیں روک لو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے میں" پوچھا جائے گا

واحدی سے وقفوهم انهم مسئولون ۔ "کے متعلق مروی ہے کہ ای عن ولايه علي واهل البيت۔"

"یعنی وہ حضرت علی اور اہل بیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو بتا دیں: لا یسا لهم عليٰ تبليغ الرسالة اجرا الا المودة في القربیٰ کہ وہ تبلیغ رسالت پر قرابت داروں کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب نہ کریں گے۔ (صواعق محرقہ ۱۴۹)

مندرجہ ذیل بالا آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کے دن ولایت علی اور اہل بیت سے متعلق لوگوں سے باز پرس ہو گی اور اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ کیا انہوں نے سرکار علیہ السلام کی وصیت کے مطابق حق موالات ودوستی ادا کیا یا اسے ضائع کر دیا اور اسے ایک مہمل وبے فائدہ چیز تصور کیا۔

حضور علیہ السلام کی وصیت وہ احادیث ہیں جن میں سرکار ﷺ نے لوگوں کو اہل بیت سے محبت کی تلقین فرمائی اور ان کا دامن تھامنے کی ترغیب دلائی اور اپنی عترت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی۔

وہ لوگ جو یزید کو حق پر اور امام حسین ﷺ کو اس کا باغی قرار دیتے ہیں کل قیامت کے روز گران سے یہ سوال ہوا کہ اہل بیت رسول ﷺ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کیا یا نہیں؟ تو وہ کیا جواب دیں گے۔

اے یزید لعین کے حامیو! شمر ذی الجوشن کے طرف دارو، عمر و بن سعد کے مریدو، خولی کے حبدارو! سوچو اور غور کرو کہ تم دین اسلام سے کس قدر دور جا چکے ہو، غضب خداوندی کو دعوت نہ دو، طاغوت کی خوشنودی سے سوائے ذلت وخواری کے کچھ حاصل نہ ہوگا، دامن محبت حسین تھام لو۔ رسول کریم ﷺ کی آل وعترت کا دلوں میں احترام پیدا کرو، قیامت بالکل قریب ہے اپنے نبی کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

آیت نمبر ۷

رب کریم کا ارشاد ہے:

"**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا**"

(پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)

"اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ تعالیٰ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا"۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ کی رسی حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے اور آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جانے کا ہمیں جو حکم فرمایا گیا ہے۔ اس پر عمل کے بغیر ملت اسلامیہ کا عزت ووقار اور جاہ وجلال کے ساتھ زندگی گزارنا نہایت ہی مشکل ہے۔

حبل کے معنی: حضرت ابو عبداللہ قرطبی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن میں "حبل" کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں کہ: **السبب الذی یوصل به الی البغية**

ہر وہ چیز جو مقصد تک پہنچنے کا سبب ہو۔

(تفسیر قرطبی بحوالہ ضیاء القرآن ج اول ص ۲۵۸)

یعنی ہر وہ چیز جو منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ بنے اور جس سے کٹھن ترین منازل طے ہوں، اس کو حبل کہتے ہیں۔

حبل اللہ: امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق ﷺ سے بیان کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

نحن حبل الله الذی، قال الله فيه واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

کہ "ہم وہ رسی ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تمام لو سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۵۱)

مفسرین عظام کے اقوال کے مطابق حبل اللہ سے مراد قرآن حکیم اور اہل بیت رسول اور جماعت ہے، جس نے قرآنی احکام کی پابندی کی اہل بیت رسول سے محبت کی اور جماعت کے ساتھ رہا وہ ہدایت پر ہے۔ مسلمانوں کا طریقہ مذہب اہل سنت و جماعت ہے جس نے اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کی اس نے دین میں تفریق کی۔

اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ان بدطینت فرقہ بازوں کی گہری سازشوں سے محفوظ فرمائے جنہوں نے ملت اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں شیطانی کردار ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی پاک توحید کا نام لے کر رسول پاک ﷺ کی تنقیص کی۔ حدیث رسول ﷺ کو جھٹلایا اور شعائر اللہ کی توہین کی اور پاکیزہ ذہنوں میں زہر گھول کر ناپاک جرائم کا ارتکاب کیا۔

آیت نمبر ۸

ارشاد خداوندی ہے:

ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ (پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۵۴)

کیا حسد کرتے ہو لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

حسد کیا ہے: ضیاء الامت نے اپنی تفسیر میں حسد کی تعریف میں مندرجہ ذیل عبارت نقل فرمائی ہے۔

الحسد تمنی زوال النعمۃ عن صاحبھا المستحق بھا

(ضیاء القرآن جلد اول ص ۳۵۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ایسے شخص سے نعمت کے زوال کی آرزو کرنا جو اس نعمت کا صحیح مستحق ہو۔

امام رضی اللہ عنہ باقر کا ارشاد:

حضرت ابوالحسن مغازلی نے حضرت سیدنا امام محمد باقر ﷺ سے بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

فی ھذا الایۃ نحن الناس و اللہ

اس آیت میں "الناس" سے مراد خدا کی قسم اہل بیت رسول ہیں۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۵۲)

مذکورہ بالا سورۃ نساء کی آیت نمبر ۵۴، جس کی تفسیر امام الائمہ سیدنا امام محمد باقر ﷺ نے بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ الناس سے مراد ہم خانہ رسول کے لوگ ہیں۔

اس میں اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم آل پیغمبر کو اپنے جد امجد سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبی نسبت کے لحاظ سے جو فضیلت عطا فرمائی ہے، لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔

مرض حسد: حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

(الجامع الصغیر (سیوطی) ج اول ۵۶۹)

حسد وہ 'بیماری' ہے جو نیک اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

برادران اسلام!۔۔۔ دیکھا آپ نے کہ حسد کس قدر مہلک اور خطرناک بیماری ہے جو نیکیوں کے پورے چمنستان کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے اور حاسدین کو پتا تک نہیں چلتا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔

فرمان خداوندی، حدیث رسول اور ارشاد امام محمد باقر کو سامنے رکھ کر وہ لوگ عبرت حاصل کریں جن کے سینوں میں حسد و بغض اور عناد کی آگ شعلہ زن ہے، رسول کریم ﷺ کی رفعت شان کا انکار، صحابہ کرام کی عظمت و مرتبت سے بے زاری اور ان کی تعلیمات سے بغاوت، عترت پیغمبر کے درجات و مراتب سے روگردانی، اولیاء اللہ کے مقامات اور ان کی کرامات سے انحراف، اسلامی تصوف کو افیون، دینی روایات کو فرسودگی سے تعبیر کرنا، یہ سب کا سب حسد ہی کی بنا پر ہے۔

بعض علماء کے بارے میں: افسوس ناک بات یہ ہے کہ حسد کی بیماری کا شکار وہ لوگ بھی ہیں جو خود کو علامہ۔۔۔ فہامہ۔۔۔ مفسر۔۔۔ مفکر و متبحر عالم سمجھتے ہیں، یہی وہ نام نہاد علماء ہیں جن کے حسد و عناد کی طرف مخبر صادق ﷺ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

شھادۃ المسلمین بعضھم علی بعض جائزۃ ولا تجوز شھادۃ العلماء بعضھم علی بعض لا نھم حسد

(الجامع الصغیرج ۲ص ۷۹)

مسلمانوں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی قبول ہے اور "بعض" علماء کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی (اس لئے) قبول نہیں کیونکہ "وہ ایک دوسرے کا" حسد کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ یہ اشارہ حاسدین علمائے سو کی طرف ہے جن کی سوچوں کی دھاروں کی سمت صحیح نہیں، رہے علمائے حق تو ان کی گواہیوں پر ہی یہ سارا نظام علم وعمل قائم ہے۔

آیت نمبر ۹

خدائے بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے:

"وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم"

(پارہ ۹ سورۃ انفال آیت ۳۳)

اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔

شان نزول: مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی شان نزول کتب تفاسیر میں کچھ اس طرح ہے کہ نضر بن حارث اور دوسرے کفار نے حضور کی رسالت اور قرآن کی صداقت کو جھٹلایا اور اسلوب قرآن پر ان الفاظ میں نکتہ چینی کی کہ یہ تو قرآن اساطیر اور قصے کہانیاں ہیں جو ہم بھی بیان کر سکتے ہیں، تو صحابہ کرام نے ان کو قرآنی چیلنج یاد دلایا کہ کلام خداوندی کی مثل ایک چھوٹی سی آیت ہی پیش کر کے دکھاؤ۔ جب نضر بن حارث لا جواب ہوا تو کہنے لگا:

اللھم ان کا ن ھذ اھو الحق عندک فا مطر علینا حجارۃ من السماء او ئتنا بعذا ب الیم

(پارہ ۹ سورۃ انفال آیت ۳۲)

اے اللہ اگر ہو یہی (قرآن عزیز) سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب۔

تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

اور اللہ ایسا نہیں ہے (اے رسول مکرم ﷺ) کہ انہیں تیری موجودگی میں عذاب دے۔

(تفسیر مظہری حصہ ۴ ص ۹۰ تفسیر الحسنات ج ۲ ص ۱۷۱، معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۳)

جناب مفتی محمد شفیع صاحب (دیوبندی) اپنی تفسیر میں رقم طراز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے آپ کی امت پر خواہ مسلم ہوں یا کافر عذاب نہیں آئے گا اور مراد اس سے یہ ہے کہ عذاب عام جس سے پوری قوم تباہ ہو جائے ایسا عذاب نہیں آنے کا جیسے قوم نوح قوم لوط قوم شعیب وغیرہ کے ساتھ پیش آیا کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے، نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے۔ لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں۔ اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب عام سے مامون (محفوظ) رہے گے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مفسرین کے نزدیک نبی اکرم ﷺ دنیا کے لئے امان ہیں۔ آپ کی موجودگی میں دنیا عذاب سے مامون ومحفوظ رہے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت رسول بھی کسی کے لئے امان ہیں یا کہ نہیں؟ اور حضور ﷺ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ تو آیئے دیکھتے ہیں۔

حضرت امام ابن حجر مکی اپنی معرکۃ الارا تصنیف "الصواعق المحرقۃ" میں رقم طراز ہے کہ حضور ﷺ نے اہل بیت میں ان معنوں کے میں پائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وانھم امان لا ھل الا رض کما کان ھو ﷺ اما نا لھم

(صواعق محرقہ مطبوعہ ملتان ص ۱۵۲)

اور وہ بھی رسول کریم ﷺ کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی نے اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں چند احادیث نقل فرمائی ہیں۔

ستارے اور اہل بیت:

سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

"النجوم امان لا هل السماء واهل بيتى امان لا متى "

(صواعق محرقہ مطبوعہ ملتان ص ۱۵۲)

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

امان:

سرکار ﷺ نے فرمایا:

"اهل بيتى امان لا هل الا رض فا ذا هلک اهل بيتى جاء اهل الا رض من الا يات ما كانو يو عدون

(صواعق محرقه مطبوعه ملتان ۱۵۲)

کہ میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں، جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشانیاں آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

اور آگے فرمایا:

فا ذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء واذا ذهب اهل بيتى ذهب اهل الارض

(صواعق محرقہ ص ۱۵۲)

کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہل بیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

شیطان کا ٹولہ: ایک اور روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ:

النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بيتى امان الامتى من الاختلاف فاذا خالفتها قبيلة من العرب اختلفوا فصادو احزب ابليس

(صواعق محرقہ ص ۱۲۵)

ستارے اہل زمین کی امان ہیں غرق ہونے سے اور میرے اہل بیت میری امت کے اختلاف کی امان ہیں، پس جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے شیطان کا ٹولہ بن جاتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اہل بیت رسول ﷺ کی دلوں میں عقیدت ومحبت اہل اسلام کے لئے نہایت ضروری اور کامیابی کی دلیل ہے اور فرامین رسول سے یہ معلوم ہوا کہ جو عترت پیغمبر ﷺ کے دامن سے وابستہ ہے وہ امان میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے اہل بیت کی مخالفت کی اس نے شیطان کا ساتھ دیا اور یہ بھی کہ سید عالم ﷺ کی اولاد وعترت کی مخالفت شیطانی فعل ہے۔

باغ جنت کے ہیں ہر مداح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت

آیت نمبر ۱۰

رب کریم غفور ورحیم جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

"وانى لغفار لمن تاب وعمل صالحا ثم اهتدىٰ ."

بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرتا ہے۔ ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر رہتا ہے۔

(پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲)

حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اهتدىٰ الى ولاية اهل بيته .

(کہ اھتدیٰ کا معنی ہے) جو اہل بیت کی ولایت پر قائم رہا۔ (یا اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والا)

عن ابى جعفر الباقر ايضا. (الصواعق المحرقہ ص ۱۵۳)

حضرت امام محمد باقرؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

آگ سے چھڑا دیا: علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ امام دیلمی نے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے: لان اللہ فطمھا ومحبیھا عن النار (ایضاً) کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ارشادِ علی: حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ سرکار نے فرمایا:

ان اللہ فطمھا و ذریتھا عن النار یوم القیامۃ

(حاشیہ صواعق الحرقۃ ایضاً)

کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے بتایا:

ان الاول من یدخل الجنۃ انا وفاطمۃ والحسن والحسین. قلت یا رسول اللہ فمحبونا؟ قال من ورائکم

(صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ جناب حسن اور امام حسینؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے محبوں کا کیا بنے گا۔ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بیت رسول کی ولایت پر ایمان اور ان سے محبت قیامت کے دن آتش دوزخ سے چھٹکارے کا باعث اور خیر و برکت کا موجب ہے۔

آیت نمبر ۱۱

ولسوف یعطیک ربک فترضی (پارہ ۳۰ سورہ ضحیٰ آیت ۵)

اور بے شک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا کچھ دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

رضی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النار۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۹)

کہ "وہ رسول اللہ ﷺ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی شخص بھی آگ میں داخل نہ ہو"

امام حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

وعدنی ربی فی اھل بیتی من اقر منھم با لتوحید ولی با لبلا غ ان لا یعذبھم (صواعق محرقہ ص ۱۵۹)

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے تو اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔

الملاء نے بیان کیا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو۔ فا عطانی ذالک تو اللہ نے میری دعا قبول فرمائی۔

قارئین! قرآن عزیز وہ کتاب ہدایت ہے جو مسلمانوں کی ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہے اور علمائے امت نے اعتقادی مسائل و اختلاف کے معاملات میں ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے رہنمائی حاصل کی ہے اور گزشتہ اوراق میں "آل رسول ﷺ از روئے قرآن" کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ ان قرآنی شہادتوں کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اہل بیت رسول، آل پیغمبر ﷺ اور شہید کربلا کی عظمتوں کا انکار کرے تو اسے اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ایمان کا گلشن تاراج اور اس کے دین ویقین کی دنیا لٹ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مفسدین کو ہدایت فرمائے جو عترت رسول کے خلاف قلم اٹھا کر اپنی صلاحیتوں کو برباد اور اپنے ایمانوں کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ (آمین)

☆☆☆

انٹرویو

علامہ شاہ تراب الحق قادری

گلستانِ محبت کا مہکتا پھول، دنیا بھر میں اسلامی افکار کے علمبردار، اقدارِ عالیہ کے محافظ، تہذیبی روایات کے امین، ماہر سیاست دان اور اسلام کے بے خوف سپاہی شاہ تراب الحق قادری نے علماء کے ایک وفد کے ساتھ ملاقات کے موقع پر تاریخی باتیں ڈیجیٹل راہ کے سپرد کی ہیں، ہم چاہیں گے کہ ہمارے قارئین بھی مشارکت جمعی سے انہیں نوازیں۔ (ادارہ ڈیجیٹل راہ)

امنائے حروف وکلمات حروف

عبدالحفیظ معارفی، محمد خالد ماتریدی، دانش مصطفائی، سلمان قادری

☆ تاریخ پیدائش اور مقام پیدائش۔

❁ حیدرآباد دکن کے شہر ناندھیڑ کے گاؤں موضع کلمبر جاگیر 27 رمضان المبارک، شب قدر میں بمطابق 15 ستمبر 1944ء کو میری پیدائش ہوئی۔ والد صاحب کا اسم گرامی مولوی سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ہے اور آپ کا سلسلہ نسب سید ہے جبکہ والدہ محترمہ کا سلسلہ نسب فاروقی ہے میرا نام وہاں کے ایک مشہور بزرگ سید شاہ تراب الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا۔ ان کا مزار وہیں ضلع پربھنی حیدرآباد دکن میں ہے۔

☆ والد صاحب عالم دین تھے؟

❁ جی ہاں! والد عالم دین تھے۔ حیدرآباد دکن میں ایک عالم کورس ہوتا تھا جس میں مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ کا کورس پڑھایا جاتا تھا۔ انہوں نے وہ مکمل کورس پڑھا اور پھر موضع کلمبر جاگیر میں ہمارے جد امجد کے مزار سے متصل ہماری آبائی جامع مسجد تھی اس میں آپ رضا کارانہ امامت وخطابت کیا کرتے تھے، بلکہ والد صاحب سے پہلے ہمارے دادا اور پردادا بھی اسی مسجد میں امامت وخطابت فرماتے تھے۔

☆ خاندانی پس منظر بیان فرمائیں؟

❁ ہمارے جد امجد بغداد شریف سے تقریباً 700 سال قبل ہجرت کرکے حیدرآباد دکن آئے تھے اور ان کا نام بھی یہی تھا جو میرا ہے یعنی سید شاہ تراب الحق۔ میرے پاس ایک 1123 کی دستاویز ہے، جس میں ہمارے آباؤ اجداد کو ملنے والی زمین کی تفصیل موجود ہے۔ اسی طرح ہمارے جد امجد کے بھانجے سانگڑے سلطان کے نام سے مشہور ہوئے بلکہ ہمارے علاقہ میں یہ ضرب المثل ہے کہ "سانگڑے سلطان، ہر مشکل آسان" یہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور فیض یافتہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کے بعد آپ حیدرآباد دکن تشریف لائے اور یہیں آپ کا وصال ہوا اور ہمارے گاؤں سے 6/5 میل دور ایک قصبہ قندھار شریف میں آپ کا مزار شریف مرجع عام وخاص ہے۔ ہمارے جد امجد کے بارے میں مشہور ہے کہ اس وقت کا مشہور ہندو راجہ سیوراج بہادر ایک مرتبہ اپنے لاؤ لشکر سمیت نکلا تو راستے میں ہمارے جد امجد بیٹھے ہوئے تھے۔ قافلے کے آگے چلنے والے سپاہیوں نے نامناسب لہجے میں کہا کہ آپ کو پتہ

نہیں کہ راجہ کی سواری آرہی ہے اور آپ راستے میں بیٹھے ہوئے ہو، چلو ایک طرف ہوجاؤ تو وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ اب اس کے بعد جب راجہ نے ہاتھی کو آگے بڑھانا چاہا تو ہاتھی وہیں تھم اور رک گیا۔ گویا کہ زمین سے چپک گیا ہو۔ اب اس ہندو راجہ نے گڑبڑ محسوس کی تو اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم نے اس بزرگ کی کوئی بے ادبی تو نہیں کی جس پر اسے بتایا گیا کہ بزرگ کو نامناسب طریقے سے اٹھایا گیا ہے، تو وہ ہندو راجہ معاملہ سمجھ گیا اور اس نے اپنے ہاتھی کے گلے میں لٹکے ہوئے سونے کے گھنٹے کو جس پر ہیرے جواہرات مرصع تھے اتارا اور ہمارے جد امجد کے پاؤں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا اور وہ سونے کا گھنٹہ بھی نذر کیا تو اس کا ہاتھی آگے کو روانہ ہوا۔ وہ سونے کا گھنٹہ کئی پشتوں تک ہمارے خاندان میں رہا، ہمارے جد امجد کا مختصر تذکرہ اور حضرت سانگڑے سلطان کا تذکرہ اب بھی "تاریخ قندھار شریف" میں موجود ہے۔ ہمارے جد امجد کا مزار موضع کلمبر جاگیر میں ہے اسی موضع کلمبر میں ہمارے آباؤ اجداد کی جاگیر تھی اور ہمارے آباؤ اجداد "انعام دار جاگیردار" کہلاتے تھے۔ علاقہ کے جاگیردار ہونے کے ساتھ ساتھ علم وروحانیت بھی ہمارے بزرگوں کی رگ وپے میں سمائی ہوئی تھی، جیسا کہ میں نے بتایا کہ علاقہ کی ہماری آبائی جامع مسجد میں تمام دینی امور بھی وہی سرانجام دیا کرتے تھے۔

☆ تعلیم کے مختلف مراحل کیسے مکمل کیئے؟

❁ اصل میں جب ہم لٹ پٹ کر پاکستان ہجرت کرکے آئے تو وہ انتہائی کڑا اور سخت ابتلا کا وقت تھا۔ پورا خاندان تتر بتر ہوچکا تھا کچھ خبر نہ تھی کہ کون زندہ ہے اور کون شہید ہوچکا ہے۔ خاندان کے افراد کا کچھ پتا ہی نہ تھا کہ کون کہاں ہے اور کیسا ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے سگے خالو قبلہ قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ تین سال تک ہمیں ڈھونڈتے رہے اور ہم انہیں تلاش کرتے رہے اور ان سے تین

سال بعد 1954ء میں ملاقات ہوئی لیکن ان حالات کے باوجود حصول علم کا سفر جاری رکھا کچھ ابتدائی تعلیم تو مدرسہ تحتانیہ جو دودھ بولی بیرون دروازہ نزد جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں حاصل کی تھی اور پاکستان آنے کے بعد فیض عام ہائی اسکول پی آئی بی کالونی میں تعلیم حاصل کی اس دوران ہم پی آئی بی سے لیاقت بستی گئے پھر وہاں سے کورنگی نمبر 4 منتقل ہوئے۔ 1961ء میں کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ملازمت اختیار کی اور اسی وقت درس نظامی پڑھنا شروع کیا، ساتھ ساتھ پورٹ ٹرسٹ کی مسجد میں باقاعدہ امامت وخطابت بھی شروع کی۔ وہاں سے روزانہ سائیکل پر سوار ہوکر اخوند مسجد کھارادر میں قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا تھا پھر دارالعلوم امجدیہ میں باقاعدہ داخلہ بھی لیا لیکن زیادہ تر اسباق قبلہ قاری صاحب سے ہی پڑھے، ہم چار شاگرد تھے جو قبلہ قاری صاحب سے حصول علم میں مصروف رہے۔ ایک تو مولانا ابوالبشر جو بنگلہ دیش کے تھے۔ کھوڑی گارڈن میں امام تھے اور قبلہ محدث اعظم پاکستان کے مرید تھے اور دوسرے مولانا غلام رسول کشمیری تھے جو اپنے وقت کے بڑے شعلہ بیان خطیب ہوئے اور جن کا مزار کورنگی میں ہے اور تیسرے مولانا قائم الدین صاحب تھے جن کا تعلق گوجر خان سے تھا اور آرمی میں ہوتے تھے۔ ہم چاروں ہم سبق اور کلاس فیلو تھے اور مکمل درس نظامی قبلہ قاری صاحب سے پڑھا اور 1968ء میں سند حدیث باقاعدہ شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے حاصل کی۔ اس دوران مولانا جمال الدین کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی علم التجوید میں ہمارے ساتھ قبلہ قاری صاحب کے شاگرد رہے۔

☆ اس دور کے اور آج کے تعلیمی ماحول میں کچھ فرق محسوس کرتے ہیں؟

❁ جی ہاں! ہمارے دور میں مکمل انہماک کے ساتھ اساتذہ کرام پڑھایا کرتے اور ہم پڑھا کرتے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تربیت بھی جاری رہتی اور تربیت کا یہ عمل صرف اسباق کے دوران نہیں بلکہ غیر تدریسی اوقات میں بھی جاری رہتا۔ ایک مسلمان کی حیثیت میں کیسی زندگی بسر کرنی ہے، ایک عالم دین کی حیثیت میں کس طرح خلوص ولگن سے دین کی خدمت کرنی ہے، ہمیں علم کے ساتھ ساتھ یہ سارے اسرار ورموز بھی اساتذہ کرام عطا فرمایا کرتے تھے، جب کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ انہماک، خلوص کا فقدان ہے، گویا کہ آج علم تو سکھایا جاتا ہے مگر کردار سازی پر توجہ نہیں ہے۔

☆ زمانہ طالب علمی کی کوئی یاد؟

❁ اسکول کی تعلیم کے دوران پہلوانی بھی کی، ریسلنگ اور دیسی کشتیوں میں حصہ لیا بلکہ ویٹ لفٹنگ اور باڈی بلڈنگ میں کراچی کا چیمپئن بھی رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ گرمی ہو یا سردی، بارش ہو یا کچھ اور روزانہ پرانی سائیکل پر سوار ہوکر قبلہ قاری صاحب کی خدمت میں حاضری دینا اور اسباق پڑھنا، یہ سب حسین یادیں ہیں۔ اصل میں قبلہ قاری صاحب کی شخصیت ایسی مسحور کن تھی اور ان کا انداز تدریس ایسا دلربا تھا کہ موسم کی سختی کے باوجود ان کے پاس آنے کو جی چاہتا تھا۔

☆ طلباء کے لئے کوئی سبق؟

❁ طلباء کے لئے نصیحت یہی ہے کہ یکسوئی سے پڑھیں، مطالعہ ضرور کریں، تکرار کی عادت ڈالیں، دوران تعلیم مسائل پر ڈائری ضرور لکھیں۔ یادداشتیں ضرور مرتب کریں کیونکہ آج کل کے ماحول میں لوگ یہ پوچھتے ہیں یہ مسئلہ کون سی آیت یا حدیث میں ہے تو طالب علم دوران تعلیم اپنے مذہب کی جو مؤید احادیث ہیں ان کو ازبر کریں، ماخذ ومراجع یاد ہوں تاکہ عوام الناس کو مطمئن کیا جا سکے لیکن صرف لکھنے پر ہی زور نہ ہو بلکہ علم کو دل ودماغ پر نقش کرنے کی کوشش کی جائے۔ مزید سمجھانے کے لئے عرض کروں کہ میں نے امام غزالی کے واقعات میں پڑھا ہے کہ حصول علم کے بعد گھر واپس آتے ہوئے ان کے قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور اس لوٹ مار میں امام غزالی کا مال اور وہ رجسٹر جس میں انہوں نے تمام علمی مواد جمع کیا ہوا تھا وہ بھی چھین لیا گیا۔ اس پر امام غزالی نے کہا مال واسباب تو تم نے لے لیا ہے مگر میرا رجسٹر تو مجھے واپس کردو کیونکہ کہ اس میں تمہارے کام کی تو کوئی چیز نہیں جبکہ میری سالہا سال کی محنت سے حاصل کیا ہوا علم اسی میں ہے۔ وہ اگر تم نے لے لیا تو

میرے پاس کیا رہ جائے گا؟ میرا سارا علم تو اسی میں جمع ہے، اس پر ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ: ''تمہارے ایسے پڑھنے کا فائدہ کہ ڈائری غائب تو علم غائب''۔ اس بات نے امام غزالی پر ایسا اثر کیا کہ ڈائری وہیں چھوڑی اور دوبارہ حصول علم میں مشغول ہوگئے اور علم کو ایسا ازبر کیا کہ ان کی سوانح میں مشہور ہے کہ ''احیاء العلوم'' ان کی دوران سفر کی تصنیف ہے۔

☆ بیعت کب اور کن سے ہوئے اور بیعت کے وقت عمر کیا تھی؟

❁ جب میری عمر 21/22 سال تھی تو 1962ء میں قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر بذریعۂ خط اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے حضور مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور پھر 1968ء میں بریلی شریف جا کر ان کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ زندگی کے اس یادگار سفر میں 13 دن تک حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر قیام رہا۔ باقاعدہ تعویذات وعملیات کی تربیت فرمائی اور اجازت عطا کی۔ جب کہ اس دوران اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مسجد رضا میں اکثر نمازوں کی امامت بھی میرے سپرد رہی۔ حضرت فرمایا کرتے کہ آپ کی قرأت اچھی ہے آپ نماز پڑھائیں جب کہ خود میری اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے۔ یہ ان کی کرم نوازی تھی ورنہ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ پھر ان کی موجودگی میں کئی جلسوں میں تقریر بھی کی جس پر حضرت اقدس نے بڑی شفیق دعاؤں سے نوازا۔

☆ دستار خلافت کب حاصل ہوئی؟

❁ عموماً پیر صاحب اپنے خلیفہ کو سند خلافت جاری کرتے ہیں اور معاملہ مکمل ہو جاتا ہے لیکن مجھے سید ہونے کی وجہ سے غالباً 1980ء میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نواسے حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں الازہری کی موجودگی میں خلافت عطا فرمائی اور سید ہونے کی وجہ سے بڑا خاص انداز اپنایا۔ آپ نے اپنا جبہ شریف، عمامہ شریف اور ٹوپی مجھے عنایت فرمائی اور بطور خاص سند خلافت قبلہ تاج الشریعہ مدظلہ العالی سے پر کروائی اور خود اپنے ہاتھ سے دستخط فرمائے اور تاریخ ڈالی۔ اس کے ساتھ ساتھ سلسلۂ قادریہ، برکاتیہ، اشرفیہ، شاذلیہ، منوریہ، معمریہ اور دیگر تمام سلاسل میں اپنے استاذ محترم اور سسر قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی اور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

☆ تنظیمی کارکن کو کام کس طرح کرنا چاہیے؟

❁ اس سلسلہ میں میری گذارش یہ ہے کہ ہم دینی جماعت کے کارکن ہیں اور ہماری دینی جماعت، جماعت اہل سنت ایک تنظیم تو ہے مگر اس کے ساتھ ہمارا مذہب ومسلک بھی تو ہے۔ تو ہمیں صرف ایک تنظیم کا کام سمجھ کر عملی میدان میں نہیں آنا چاہیے بلکہ اپنا مذہب ومسلک سمجھ کر اس کی ترویج واشاعت کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی تبھی کامیابی وکامرانی ممکن ہوگی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم جماعت کا کام صرف ایک تنظیم کا معاملہ سمجھ لیتے ہیں اور جز وقتی کام کرتے ہیں جس دن ہم جماعت کے کام کو دین، مذہب اور مسلک کا معاملہ سمجھ کر میدان عمل میں اتریں گے تو ساری پریشانیاں اور رکاوٹیں دم توڑ دیں گی۔

☆ اب تک کیا دینی خدمات سرانجام دیں؟

❁ ہمارے مولانا سید سعادت علی قادری کو 1967ء میں علم ہوا کہ قبلہ قاری صاحب کے داماد کورنگی میں ہوتے ہیں تو انہوں نے مجھے طلب کیا اور جماعت اہل سنت کورنگی کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ اس وقت سے لے کر اب تک جماعت اہل سنت سے وابستہ ہوں۔ ایک کارکن کی حیثیت سے کام شروع کیا اور آج اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کے صدقے یہ کرم فرمایا کہ آپ کو اس منصب پر فائز نظر آرہا ہوں۔ 1965ء سے 1970ء تک محمدی مسجد کورنگی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ 1970ء سے 1982ء تک کھارادر کی قدیمی اخوند مسجد میں اسی منصب پر رہا۔ اس دور میں نوجوانوں کی تربیت پر خاص توجہ رہی جس کی وجہ سے انہی نوجوانوں نے کئی دینی تنظیمیں قائم کیں۔ مثلاً سنی باب الاشاعت تحریک عوام اہل سنت، انجمن اشاعت اسلام تحریک حقوق اہل سنت وغیرہ بڑی مشہور ہوئیں۔ بلکہ میں عرض کروں کہ دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری بھی ان نوجوانوں میں شامل تھے اور تقریباً دس سال انہوں نے ہمارے ساتھ گزارے۔ 1983ء میں قبلہ قاری صاحب نے اپنے وصال سے دو ماہ قبل اپنی زندگی میں باقاعدہ میری جانشینی کا اعلان فرماتے ہوئے میمن مسجد کی امامت وخطابت میرے سپرد فرمائی۔ جماعت اہل سنت کے مختلف ادوار میں بڑے اہم مناصب میرے سپرد رہے۔ ترجمان اہل سنت کا مدیر بھی رہا۔ روزنامہ جرأت، روزنامہ ریاست اور روزنامہ قومی اخبار کراچی میں شرعی مسائل کے جوابات کا کالم ہر جمعہ کو لکھتا ہوں۔ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں خلق خدا کی خدمت بھی گذشتہ 26 سال سے جاری ہے۔ ملک کے طول وعرض میں عموماً اور کراچی میں خصوصاً وعظ

وتقریر کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے۔ عوام اہل سنت اور مسلک اہل سنت کو درپیش مسائل کے حل کے لئے دن رات کی تخصیص کیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور مصطفیٰ کریم ﷺ کے نگاہ شفقت کے حصول کی خاطر مصروف عمل ہوں اور انشاء اللہ تادم آخر رہوں گا۔ کیوں کہ عزتیں، عظمتیں اور بلندیاں سب کوچہ محبوب ﷺ کی گدائی میں ہیں۔

☆ کیا یہ سلسلہ صرف پاکستان تک محدود ہے؟

ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین متین کی تبلیغ واشاعت کے لئے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی دعوت پہنچانے کا شرف حاصل ہوا۔ کئی ممالک میں وہاں کے رہنے والوں کے اصرار پر بار بار جانے کا موقع ملا۔ سب سے پہلے 1977ء میں نیروبی، کینیا سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اس پہلے دورے کی اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت کی دلیل میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسی دورے کے اختتام پر حضور قطب مدینہ علامہ ضیاالدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری ہوئی اور چالیس دن آپ کی صحبت کاملہ میں مدینہ طیبہ کے پرنور ماحول میں رہا اس کے ساتھ حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی، بلکہ میں آپ کو بتاؤں کہ حضور قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلافت بھی عطا فرمائی لیکن میں اس کا دعویٰ اس لئے نہیں کرتا کہ اس وقت باقاعدہ کوئی لکھنے والا موجود نہ تھا کہ حضرت اس سے سند لکھوا کر جاری کرتے لیکن بہرحال حضرت کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمان مدنی نے ان کی طرف سے تمام سلاسل میں خلافت واجازت باقاعدہ عطا فرمائی، تو میں کہہ رہا تھا کہ چالیس دن کوچہ محبوب مدینہ طیبہ میں گزارے اور حضرت اتنی شفقت فرماتے کہ ہر محفل کے اختتام پر دعا مجھ سے کرواتے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نسبتوں کا فیض ہے ورنہ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ چلئے آپ کے سوال کی طرف لوٹتا ہوں 1977ء سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ جہاں بھی جاؤں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کروں، دینی اداروں اور مساجد ان ممالک میں تعمیر ہوں اور دین ومسلک کی بھرپور ترویج واشاعت ہو۔ امریکہ میں 11 بار جا چکا ہوں، یورپ کے پانچ، چھ دورے کیے ہیں، اس کے علاوہ عرب

امارات، سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، بیلجیئم، ساؤتھ افریقا، کینیا، تنزانیہ، زمبابوے، عراق، ریزنیا، زمبیا اور سرکاری وفد کے رکن کی حیثیت میں چین کا دورہ اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے ساتھ کیا۔ کنز الایمان شریف اور اہل سنت وجماعت کا دیگر لٹریچر وہاں کے مسلمانوں تک پہنچایا، اسی طرح اردن اور مصر کا دورہ بھی کیا۔ قصہ مختصر یہ کہ افریقا کے جنگلوں سے لے کر یورپ کے مرغزاروں تک اور سنگلاخ پہاڑوں سے لیکر برصغیر کے سبزہ زاروں تک ہر مقام پر قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صداؤں کو عام کرنے کا شرف حاصل رہا۔

☆ آپ نے عملی سیاست میں حصہ لیا اس کے اسباب کیا تھے؟

ﷺ جی ہاں! 1969ء میں باقاعدہ عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ وجہ اس کی یہ بنی تھی کہ اس دور میں بھٹو نے سوشل ازم کا شوشہ چھوڑا تھا اور چین اور روس کے کمیونزم کے نظام کو پاکستان میں نافذ کرنے کے لئے بہت ساری قوتیں اور افراد متحرک ہو گئے تھے جب کہ ہم نے جو پاکستان کی خاطر گھر بار لٹایا تھا اور ہجرت کی تھا اور اپنی جاگیریں قربان کیں تھیں اور خاندان کے افراد اس راہ میں شہید ہوئے تھے تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم نے سنا بھی تھا اور یہ نعرہ لگایا بھی تھا کہ پاکستان میں اسلام اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا، جبکہ اس دور میں ہونے والی یہ ساری سازشیں اور نعرے ہمارے دین سے بلکل متصادم تھیں تو صرف میں ہی نہیں بلکہ اکثر علماء اہل سنت میدان عمل میں نکل آئے اور باقاعدہ جدوجہد شروع کی اور ظاہر ہے کہ یہ علماء حق کی ذمہ داری بھی تھی کہ ایسے پرآشوب ماحول میں ملت کی رہنمائی کی جائے تو مولانا سید سعادت علی قادری، مولانا شاہ احمد نورانی، نیازی صاحب، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور خود ہمارے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء کے ساتھ میدان عمل میں آئے اور لانڈھی کورنگی میں جب علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری الیکشن لڑے اور علامہ حسن حقانی صوبائی اسمبلی کے امید

وار تھے تو ان کی تمام الیکشن کمپین کا میں انچارج تھا۔ خود قبلہ قاری صاحب نے بھی اکثر جلسوں میں خطاب کیا۔ اس زمانہ میں مذہبی تقسیم اتنی زیادہ نہ تھی اور مسلک کا کام کرنے والی تنظیمات باہم ایک دوسرے سے منسلک ہوا کرتی تھیں، چنانچہ مولانا سید سعادت علی قادری جماعت اہل سنت کے بھی ناظم اعلیٰ تھے اور جے یو پی کے بھی ناظم اعلیٰ تھے۔

☆ عملی سیاست کے دوران کن مناصب پر فائز رہے؟

❁ کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن K.M.C میں کونسلر رہا، پھر K.M.C کی تعلیمی کمیٹی کا چیئرمین بھی رہا، اسی طرح لاء کمیٹی کراچی کا چیئرمین بھی رہا، انٹرمیڈیٹ بورڈ کا رکن بھی رہا، انسداد جرائم کمیٹی کا چیئرمین بھی رہا، ضیاء الحق کے زمانے میں الیکشن کا اعلان ہوا تو کورنگی سے صوبائی اسمبلی کا امیدوار بنا لیکن وہ الیکشن ملتوی ہوگئے، اسی طرح 1985ء کے غیر جماعتی الیکشن میں حلقہ 190 کراچی ساؤتھ سے جماعت اسلامی کے محمد حسین محنتی کو بھاری اکثریت سے ہرا کر قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوا۔ غالباً اس وقت جیتنے والوں میں سب سے زیادہ ووٹ میں نے حاصل کئے بلکہ جس امیدوار نے ہمارے مقابلہ میں شکست کھائی اس کے ووٹ بھی اس وقت کے جیتنے والوں سے زیادہ تھے۔ اس اسمبلی میں اطلاعات کی اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر اور دہشت گردی کا قانون ہماری کمیٹی نے بنا کر دیا تھا۔ جاویداں سیمنٹ فیکٹری کا ڈائریکٹر بھی رہا، مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا رکن رہا، اس سے ہٹ کر دینی شعبہ میں بے شمار مدارس اور مساجد اور فلاحی انجمنوں کی ذمہ داریاں بھی مجھ حقیر فقیر کے کندھوں پر ہیں۔

☆ قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت میں کوئی ایسا کام جو یادگار ہو؟

❁ مولانا! ہماری اسمبلی سے پہلے تعزیرات ہند کی دفعہ 295 کے تحت مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی مذہب اور رہنما کو برا کہنے کی سزا 2 سال تھی اور وہ بھی قابل ضمانت تھی۔ ہمارے زمانے میں 295/c کا قانون منظور ہونے کیلئے اسمبلی میں پیش ہوا کہ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام، آسمانی کتب اور شعائر دین کی گستاخی کرنے والے کے لئے موت کی سزا تجویز کی گئی تو ہمارے پورے گروپ شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، محمد عثمان خان نوری، حاجی محمد حنیف طیب، پروفیسر محمد احمد پسرور، سیالکوٹ، قمر النساء قمر اور میں نے دن رات ایک کر دیا ایک ایک رکن

سے پاس گئے اور اس قانون کی منظوری کے لئے حمایت چاہی اور الحمدللہ ہماری کوششوں سے پوری اسمبلی نے متفقہ طور پر 295/c کو منظور کر لیا کہ جس میں شاتم رسول کی سزا موت مقرر کی گئی اور بعد میں آنے والے وقت میں اس سزا پر عمل درآمد بھی ہوا۔ اسی طرح ایک بار مؤتمر عالم اسلامی نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اور حکومت پاکستان کو لکھ بھیجا کہ اذان سے پہلے درود وسلام اذان میں اضافہ ہے لہذا اس پر پابندی لگائی جائے۔ حکومت نے بھی پابندی کا سوچا اور پارلیمنٹ میں اس پر بحث شروع کروائی۔ اس سے پہلے کہ یہ شیطانی سازش کامیاب ہو جاتی ہم نے ایک بار پھر تمام اراکین سے رابطہ کیا اور اس کے بعد اسمبلی کے فلور پر ہم کھڑے ہوگئے اور حکومت کو باور کرایا کہ تم تو مسجد میں اذان سے پہلے درود شریف پر پابندی لگانے کا سوچ رہے ہو جب کہ ہم یہاں اسمبلی کے فلور پر بھی درود وسلام پڑھا کریں گے اور ہمیں کوئی نہیں روک سکتا اور درود وسلام پر کسی بھی قسم کی پابندی، غلامان مصطفیٰ ﷺ برداشت نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ہم نے وہیں اسمبلی میں "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" اور "یا نبی سلام علیک" پڑھنا شروع کر دیا اور اکثر اراکین بھی ہمارے ساتھ شریک ہوگئے اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد حکومت کے وزیر مقبول احمد خان نے معذرت کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے پابندی کی قرارداد واپس لینے کا اعلان کیا اور الحمدللہ آج بھی ہر مسجد میں درود وسلام جاری وساری ہے۔

☆ کیا سیاسی عمل میں مذہبی طبقہ کو شریک ہونا چاہیے؟

❁ جی ہاں! ضرور آنا چاہیے مگر بھرپور تنظیم اور قوت کے ساتھ تاکہ اسمبلی میں بھرپور کردار ادا کیا جا سکے۔ اگر اکیلے یا دو چار افراد انفرادی طور پر

وہاں پہنچ بھی جائیں تو سوائے شور مچانے کے اور کیا کر سکتے ہیں لہٰذا اپنی صفوں میں بھرپور اتحاد پیدا کر کے تحریک چلائی جائے اور اس کے نتیجہ میں جب آپ پارلیمنٹ جائیں گے تو نتیجہ خیز معاملات سرانجام دے سکیں گے۔

☆ اتحاد اہل سنت میں رکاوٹ کیا ہے اور کوئی صورت اتحاد کی نظر آتی ہے۔

۞ مولانا! یہاں معاملہ لیڈری اور قیادت کے شوق کا ہے جو اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، ہر شخص جس کو اس کے محلہ میں بھی کوئی نہ جانتا ہو اپنی تنظیم بنائے بیٹھا ہے، اب ظاہر ہے کہ اتنے قائدین کو کسی ایک تنظیم میں کیسے ایڈجسٹ کیا جا سکتا ہے اور یہ بات وہ سب بھی جانتے ہیں اس لئے عوام اہل سنت میں تو اتحاد کی تڑپ بھی ہے اور خواہش بھی لیکن یہی قائدین پھر ان کو ورغلاتے اور بہکاتے رہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ایثار اور قربانی کا جذبہ اگر پیدا ہو جائے تو اتحاد ممکن ہوگا، میں دو مثالوں کے ذریعہ سمجھاتا ہوں، ایک زمانہ تھا کہ جماعت اہل سنت پاکستان مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی پھر کچھ اہل درد کی کوششوں سے تمام دھڑوں کو لاہور میں اکٹھا کیا گیا تو اگر اس مرحلے پر سب قائد بننے پر مصر رہتے، تو اتحاد ممکن نہ ہوتا تو ہم نے یہ کیا کہ ایثار و قربانی سے کام لیتے ہوئے قیادت سے اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور جماعت اہل سنت کے ایک دھڑے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا تو اب سب کو یہ چیز اچھی لگی اور تمام گروپنگ ختم ہو گئی اور جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ اسی طرح آپ دیکھیں کہ اس وقت سنی اتحاد کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس میں اکثر و بیشتر سنی تنظیمات موجود ہیں ہمارے قائدین علامہ سید مظہر سعید کاظمی شاہ اور علامہ سید ریاض حسین شاہ نے ایثار و قربانی سے کام لیا اور قیادت کے لئے صاحبزادہ فضل کریم کو آگے کیا تو ایک پلیٹ فارم بن گیا۔ اسی طرح تمام قائدین اور زعماء ایثار و قربانی سے کام لیں تو اتحاد ممکن ہے یا پھر ایسا کر لیا جائے کہ سنی اتحاد کونسل ٹائپ کا ایک مستقل ادارہ قائم کر دیا جائے اور تمام سنی تنظیمات جو پاکستان سطح پر اپنا وجود رکھتی ہوں ان کے سربراہوں کو اس کا ممبر بنا دیا جائے اور یہ ادارہ سپریم حیثیت میں مسلک و مذہب کے حوالے سے اجتماعی ایشوز پر ہر فیصلہ کرے اور تمام تنظیمات اہل سنت ان فیصلوں کو نافذ کرنے کی کوشش کریں تو پھر اتحاد کا معاملہ حل ہو سکتا ہے ورنہ اگر صرف زبان سے اتحاد کے دعوے کئے جائیں اور عملی طور پر اس کی مخالفت ہو تو پھر ایسا ہی ہے کوئی شخص آم کے درخت کے نیچے بیٹھ کر انار کی دعا کر رہا ہو۔

☆ آپ فن خطابت کی طرف کیسے آئے؟

۞ پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ میں خود کو کوئی اچھا خطیب نہیں سمجھتا۔ ہاں مسلک کی خدمت کے لئے ٹوٹی پھوٹی گفتگو کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں اور یہ سلسلہ زمانہ طالب علمی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ غالباً 1962ء کا زمانہ تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مادر علمی دار العلوم امجدیہ کی طرف سے بحیثیت مقرر و مبلغ ہر جلسہ میں جانا کرتا تھا اور مسلک کی ترویج و اشاعت کے لئے، بدمذہبوں کے رد کے لئے اور اصلاح مسلمین کے لئے یہ سلسلہ گذشتہ 47 سال سے جاری ہے۔ پورا سال یہ سلسلہ جاری رہتا ہے بلکہ مجھے یاد ہے ایک ایک دن میں پندرہ پندرہ تقریریں بھی کی ہیں۔ کئی مناظرہ بھی ہوئے۔ ایک مشہور مناظرہ تو مشہور دیوبندی مناظر مولوی محمد فاضل کے ساتھ ہوا جو کہ دار العلوم کراچی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس مناظرہ میں علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ صدر مناظرہ تھے اور ثالث مولانا مفتی عبدالسبحان قادری اور مولانا فضل سبحان تھے۔ اسی طرح ایک مناظرہ مجھے یاد ہے کہ حزب اللہ کراچی کے سربراہ ڈاکٹر کمال عثمانی سے بھی ہوا۔ الحمد للہ تمام مناظروں میں فتح حاصل ہوئی۔ اسی طرح سرکاری دفاتر اور اداروں میں ہونے والے جلسوں میں مولوی احتشام الحق تھانوی نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا باوجود شدید مصروفیات کے سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں میں مسلسل تقاریر کے ذریعہ اس کے اثر کو زائل کیا اور گذشتہ 38 سال سے یہ خدمت بھی سرانجام دے رہا ہوں۔

☆ تقریر کے لئے مطالعہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں؟

۞ اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں کہ جتنا ایک جسم کو باقی رکھنے کے لئے سانس ضروری ہوتا ہے۔ ہم نے قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سیکھا ہے کہ بغیر مطالعہ کے تقریر کرنا ایسا ہی ہے جیسے آپ کوئی پودا لگا کر اسے پانی دینا چھوڑ دیں، ایک وقت آئے گا کہ اس پودے کا وجود مٹ جائے گا۔

☆ آپ کی آواز میں جو گھن گرج اور رعب داب ہے اس کا راز؟

۞ یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے اپنے محبوب ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے عطا کیا ہے۔ ہمارے والد صاحب کی آواز بھی ایسی ہی تھی جبکہ ہمارے دادا سید شاہ محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ تو اونچی جگہ سے کسی کو آواز دیتے تو پورا گاؤں ان کی آواز سنتا تھا۔

☆ خطیبوں میں کس کو پسند کرتے ہیں؟

۞ علامہ فیض الحسن آلومہار شریف والے اپنی طرز کے منفرد خطیب تھے۔ علمی خطاب میں غزالی زماں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پسند ہیں، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی بھی اچھے لگتے تھے، قبلہ قاری صاحب کی تقریر از حد پسند تھی، موجودہ دور میں علامہ سید ریاض شاہ کو شوق سے سنتا ہوں لیکن ایک شکوہ ہے کہ وہ کراچی والوں کو مستقل اور مسلسل نہیں نوازتے۔

☆ خطباء کے لئے کوئی نصیحت؟

۞ مطالعہ ضرور کریں، اپنی تقریر میں مقصدیت کو غالب رکھیں، خواہ مخواہ وقت نہ گزاریں، تقریر کو با مقصد، جامع اور مختصر رکھنے کی کوشش کریں، عوام کی ذہنی سطح کے قریب آ کر بات کریں، ایسا نہ ہو کہ عوام تو دہقان اور مزدور ہوں جب کہ آپ ان کے سامنے وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے مسائل پر ادق علمی زبان میں گفتگو کرنے لگیں، وقت کی پابندی بھی ضروری ہے، وگرنہ ایسا ہوگا کہ تقریر کے اختتام پر صرف آپ ہوں گے اور ڈیکوریشن والے سامان اٹھانے کے انتظار میں آپ کا منہ دیکھ رہے ہوں گے۔ تقریر کے لئے اردو ادب کا مطالعہ ضرور کریں کہ زبان ادبی ہوگی تو بات زیادہ اثر انداز ہوگی۔

☆ کون کون سی یادگار تحریکوں میں حصہ لیا اور دیکھیں؟

۞ 1954ء کے بعد سے جتنی بھی تحریکیں چلیں ان سب کا میں عینی شاہد ہوں اور دینی حوالے سے جتنی تحریکیں چلیں ان میں بڑی سرگرمی سے شریک بھی ہوا، تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفیٰ، ناموس رسالت ﷺ کا معاملہ ہو یا پھر شعائر دین اور قوانین الٰہیہ کے تحفظ کی تحریک ہو یا پھر مسلک حق کی بقا اور تحفظ کی جدوجہد ہو، کسی بھی معاملہ میں پیچھے نہیں رہا بلکہ اور علماء و قائدین کے شانہ بشانہ صف اول میں شریک رہا۔ آپ کی معلومات کے لئے میں آپ کو بتاؤں کہ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں کثرت سے گرفتاریاں ہوئیں اور اکثر علماء و قائدین گرفتار ہو گئے تو بالخصوص تحریک ختم نبوت میں ہم باقی رہ جانے والے علماء نے فیصلہ کیا کہ پکڑائی نہیں دینا اور حکمت عملی یہ اختیار کی کہ اچانک پہنچتے اور جلسے میں تقریر کر کے خاموشی سے نکل جاتے۔ کئی بار پولیس نے جلسے کو گھیرا مگر ہم تقریر کے بعد جبہ و عمامہ و ٹوپی اتار کر بالکل عام آدمی کی طرح منہ جھکائے نکل جاتے وہ ٹوپی اور عمامہ کی تلاش ہی کرتے رہتے۔ اس زمانے میں لوگوں کا دینی جذبہ ایسا تھا کہ ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا ہمیں نہیں یاد کہ کبھی 30/40 ہزار سے کم کا مجمع رہا ہو۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ دین کی خاطر قربانی دینے کا جذبہ کم ہو گیا ہے۔

☆ جلسوں کی زندگی میں کوئی یادگار موقع؟

۞ جی ہاں! 13 یا 18 مارچ 1974ء کو حیدر آباد میں ایک بڑا میلاد شریف کا جلسہ تھا۔ وہاں مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور اپنے طور پر تو ان لوگوں نے مجھے مار ہی دیا تھا۔ پورا جسم اور لباس خون میں تربتر ہو گیا، بازو کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹ گئی، ناک کی ہڈی تو بالکل چکنا چور ہو گئی، سر پھٹ گیا اور بھی کئی زخم آئے۔ بزرگان دین کی دعائیں بالخصوص قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اور اللہ کا فضل شامل حال تھا کہ اللہ نے نئی زندگی عطا فرمائی۔ اسی حالت میں A.T.I کے نوجوانوں نے بڑی مشکل سے وہاں سے نکالا اور تانگے میں بٹھا کر سول ہسپتال لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر کہ یہ تو پولیس کیس ہے مرہم پٹی سے انکار کر دیا۔ اب اس کے بعد یہ ہوا کہ میں نے محسوس کیا کہ سانس وغیرہ ٹھیک آ رہی ہے تو میں نے میڈیکل اسٹور سے روئی لی اور رگڑ رگڑ کر اپنا منہ وغیرہ صاف کیا اور پھر جلسہ گاہ پہنچ گیا اس وقت تک یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ شاہ تراب الحق کو مار دیا گیا ہے، لہٰذا مجمع حد شمار سے باہر ہو چکا تھا۔ بہرحال اسی حالت میں پھر میں نے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی، پورے جسم سے خون نکل نکل کر تالاب کی شکل اختیار کر گیا مگر زبان ذکر مصطفیٰ ﷺ میں مصروف ثنا رہی، یہاں تک کہ احد یوسف وغیرہ پاؤں میں گر گئے کہ شاہ صاحب بس کریں ہم کراچی والوں کو کیا جواب دیں گے، پھر وہ مجھے تھانے لے گئے جہاں ایف آئی آر درج ہوئی اور میں تین دن تک سول ہسپتال میں داخل رہا مگر سب سے زیادہ حسین پہلو یہ ہے کہ جلسہ کروانے والوں نے پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ مولانا محمد علی رضوی اور ایک لڑکا تھا ایئر فورس میں اس کا نام تھا شفاعت، یہ میری تیمارداری اور دیکھ بھال کرتے رہے اور جب میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو بس میں سوار کر کے کراچی روانہ کیا۔ اب بھی جب کوئٹہ کی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو کافی تکلیف ہوتی ہے اور وہ ساری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

☆ اپنی ازدواجی زندگی اور اولاد سے متعلق کچھ بتائیں؟

۞ 13 مارچ 1966ء کو قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہمارا نکاح ہوا۔ قبلہ قاری صاحب ہمارے مرشد بھی ہیں اور ساتھ ہی ہمارے خالو بھی ہیں۔ ہماری سگی خالہ آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اس لحاظ سے ہماری زوجہ محترمہ ہماری خالہ زاد بھی ہیں۔ تقریب نکاح میں شیخ الحدیث علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی اور دیگر علماء شریک ہوئے۔ الحمد للہ 3 بیٹے اور 6 بیٹیاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ ایک صاحبزادی کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا باقی اولاد الحمد للہ بقید حیات ہے۔ بڑا بیٹا شاہ سراج الحق قادری آج کل کافی

بیمار ہے تمام احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں، جبکہ منجھلا بیٹا مولانا سید شاہ عبدالحق قادری اچھا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطیب بھی ہے اور میرا دست و بازو بن کر آج کل میرے اکثر جلسے وہی سنبھال لیتا ہے۔ میری آرزو اور دعا ہے کہ مسلک کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ چھوٹا بیٹا شاہ فرید الحق قادری اپنا کاروبار کرتا ہے۔

☆ تنظیمی سفر میں کوئی دیرینہ ساتھی؟

❁ کافی احباب اور بزرگ ہیں جو شفقت اور محبت فرماتے رہے۔ حضرت قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو میرے استاد، مربی، محسن اور سب کچھ ہیں۔ علامہ سید سعادت علی قادری نے بھرپور ساتھ دیا۔ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑی دلنواز شخصیت تھے۔ تصنیف کے کام میں، مولانا آصف قادری اور محمد عارف قادری اسلام آباد والے بڑا ساتھ دیتے ہیں۔ مولانا عبدالرزاق بھترالوی، مفتی محمد سلیمان رضوی اور مولانا عبدالشکور پنڈی والے جو اپنے وسیع و عریض کتب خانوں میں مجھے ہر طرح کی سہولت دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر جس آدمی نے سفر، حضر میں میری خدمت کی اور میرا معاون رہا وہ ایک ہی ہے "مولانا محمد رئیس قادری" اسی طرح محمد ادریس قادری بھی اخوند مسجد سے اب تک میرے ساتھ ہیں۔

☆ زندگی کا وہ لمحہ جسے آواز دینے کو جی چاہتا ہے؟

❁ جو لحات در مصطفیٰ کریم ﷺ پر گزرے، جو وقت بزرگان دین کی صحبت میں گزرا، زندگی کا جو حصہ قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ، حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ عنایت کے سائے میں بسر ہوا، وہ بہت یاد آتا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ میری ساری کامیابیوں کا باعث انہی جیسی پاکباز ہستیوں کی صحبت ہے۔

☆ پسندیدہ موسم؟

❁ دینی حوالے سے تو مجھے سب کچھ "مدینہ طیبہ" کا پسند ہے۔ چاہے وہ موسم ہو یا کچھ اور۔ عام زندگی میں سردی کا موسم اچھا لگتا ہے۔

☆ پسندیدہ لباس؟

❁ کرتا، شلوار، اور حیدرآبادی شیروانی۔

☆ پسندیدہ خوشبو؟

❁ کوئی بھی اچھی خوشبو ہو استعمال کر لیتا ہوں۔ ویسے حنا اور مجموعہ پسند ہے۔

☆ پسندیدہ کتاب؟

❁ قرآن مجید اور احادیث کی کتب اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتابیں اچھی لگتی ہیں۔ محدثین میں قاضی عیاض میرے پسندیدہ محدث ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ سب ایک ہی رنگ میں یعنی عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔

☆ پسندیدہ افراد یا رہنما؟

❁ اس وقت میرے پسندیدہ لیڈر سید ریاض حسین شاہ ہیں اس کے علاوہ پروفیسر مظہر میاں کا احترام پیش نظر رہتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری 1954ء سے ملاقات رہی وہ جب بھی کراچی آتے تو جمعہ کی نماز ہماری مسجد میں پڑھاتے۔ چونکہ حضرت صاحب بغیر کسی اعلان کے تشریف لاتے تھے تو قبلہ قاری صاحب بھی اور ان کے بعد میں بھی اپنی جاری تقریر کو ادھورا چھوڑ دیا کرتے اور حضرت کا بیان شروع کرا دیا جاتا وہ کہتے بھی تھے کہ "مولانا! آپ اپنی بات پوری کر لیں" مگر ہمیشہ ہمارا جواب یہی ہوتا کہ حضرت اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو بس آپ ہی سنبھالیں، نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب اور حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی بریلی شریف انڈیا، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی بہت پسند ہیں اور شفقت فرماتے ہیں۔

☆ پسندیدہ سواری؟

❁ موٹر سائیکل

☆ پسندیدہ شہر؟

❁ دینی حوالے سے مدینہ طیبہ، اور ویسے کراچی۔

☆ پسندیدہ تنظیم؟

❁ ظاہر ہے جماعت اہل سنت، اسی لئے تو اس میں ہیں۔

☆ پسندیدہ شاعر؟

❁ نعتیہ شاعری میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور استاد زمن مولانا حسن رضا خاں پسند ہیں۔ اسی طرح علامہ مفتی کفایت علی کافی جوان دونوں کی بھی پسند تھے بلکہ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے کہ "مفتی صاحب دنیائے نعت کے سلطان ہیں اور میں ان کا وزیر اعظم" اردو ادب کے سارے اساتذہ کو پڑھا مگر غالب اور استاد داغ دہلوی اچھے لگے۔

☆ پسندیدہ شعر؟

❁ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام کان جدھر لگایئے، تیری ہی داستان ہے

☆ کسی شخصیت کے ساتھ ملاقات جو ناقابل فراموش ہو؟

❁ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ، اندور کے مفتیٔ اعظم علامہ رضوان الرحمٰن، مولانا رجب علی نانپاروی، حافظ ملت مولانا عبد العزیز اور یہ ساری شخصیات جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا اور بہت سارے نام ہیں اگر گنوانے لگوں تو معاملہ بڑا مشکل ہو جائے گا۔

☆ سانحہ نشتر پارک کے اسباب آپ کی نظر میں کیا ہیں؟

❁ اہل سنت والجماعت کا جو اتحاد ناموس رسالت ﷺ کے عنوان سے قائم ہوا اور اس کا سب سے بھرپور مظاہرہ کراچی میں ناموس رسالت ریلی کی صورت میں ہوا، پھر عقیدہ و مسلک کی خدمت جو کراچی میں ہو رہی ہے اور میلاد شریف جس شان و شوکت سے منایا جاتا ہے ان سب کو سبوتاژ کرنے کے لئے اور مسلک حق کو دبانے کے لئے یہ اندوہناک سانحہ ہوا، مگر ہم نے یہ عزم کیا اور سارے زمانے کو دکھا دیا کہ ظلم و جبر سے نہ ہمیں مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی دبایا اور جھکایا جا سکتا ہے اور بھی زیادہ جوش عقیدت و محبت میں ہم سارے کام کر رہے ہیں بلکہ سانحہ نشتر پارک کے بعد میلاد شریف کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس ہم نے کراچی میں نکالا۔

☆ آپ اسٹیج پر موجود نہیں تھے، وجہ

❁ مولانا! جب سے ہم نے نشتر پارک میں جلسۂ میلاد النبی ﷺ شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک سالہا سال سے عصر اور مغرب کی نماز میدان میں عوام اہل سنت کو پڑھاتا ہوں، جب کہ علماء اسٹیج پر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اس دن بھی اسی معمول کے مطابق میں میدان میں نماز مغرب پڑھا رہا تھا اور اسٹیج پر علماء الگ نماز پڑھ رہے تھے اور اسی اسٹیج پر جماعت اہل سنت کراچی کی پوری کابینہ، ٹاؤنز کے امراء و ناظمین موجود تھے جبکہ میرا اکلوتا بیٹا سراج الحق، دو پوتے ابرار الحق اور منہاج الحق اور میرا داماد مولانا سید زمان علی جعفری، حاجی حنیف طیب کا اکلوتا بیٹا محمد احمد رضا اور داماد محمد نبیل قادری یہ سب اسی اسٹیج پر تھے۔ اب یہ کہنا کہ یہ جو بچ گئے تو کیوں اور وہ جو شہید ہوئے تو کیوں، جواب فقط اتنا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں کہ کچھ کو منصب شہادت عطا ہوا اور کچھ اب بھی دینی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے لئے میدان عمل میں ہیں۔

☆ آپ اس کا ذمہ دار کس کو ٹھہراتے ہیں؟

❁ وہی باطل اور طاغوتی قوتیں جو مسلک حق کو ترقی کرتے دیکھنا پسند نہیں کرتیں۔

☆ جماعت نے اور لوگوں کی طرح کسی تنظیم کو ٹارگٹ کیوں نہیں کیا؟

❁ ہم نے ایک اصولی مؤقف اپنایا کہ ہمیں مجرم چاہیں، چاہے وہ کوئی بھی ہو، سیاست میں ہوں یا بیوروکریسی میں یا کسی اور منصب پر ہوں، ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ اہل سنت پر قیامت ڈھانے والے ان شیطان صفت درندوں کو بے نقاب کیا جائے۔ ہاں جن لوگوں نے سیاسی مفادات حاصل کرنے تھے تو انہوں نے اسی انداز میں بات کی اور معاملہ کو اسی زاویہ سے پیش کیا۔ جب کہ ہمارا نہ تو کوئی سیاسی مفاد تھا اور نہ خواہ مخواہ دشمن بنانے کی پالیسی، لہٰذا ہم نے یہی اصولی بات کی کہ سانحہ نشتر پارک کے مجرموں کو سامنے لایا جائے اور بعد میں جب مجرم بے نقاب ہوئے اور خودکش حملہ آور محمد صدیق اور اس کو لانے والا اور منصوبہ بنانے والا سب کا پتہ چل گیا، تو بدگوئی کرنے والوں نے منہ کی کھائی۔

☆ کوئی ایسی بات جو آپ کہنا چاہیں، افادۂ عام اور خصوصاً دلیل راہ کے قارئین کے لئے؟

❁ سب کچھ تو آپ نے پوچھ لیا بہر حال ایک بات یہی ہے کہ میں نے بڑی غربت میں زندگی گزاری، محنت مزدوری اور مشقت بھی کی، پاکستان آنے کے بعد ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، زمینیں جاگیریں سب وہیں رہ گئیں، جھونپڑی میں رہے، بارشوں کے زمانے میں ساری ساری رات جاگ کر گزارتے تھے، پھر جماعت میں بھی ایک کارکن کی حیثیت سے کام کیا اور قومی اسمبلی میں پہنچے تو ہماری حالت دیکھ کر اور لوگ کہتے کہ یہ کراچی والوں نے کس کو ووٹ دیا ہے۔ کیونکہ ہم ہوں یا مولانا شیخ الحدیث ازہری ہمارے پاس گاڑی نہیں ہوتی تھی، پیدل ہی

بستہ اور فائلیں ہاتھ میں دبائے پارلیمنٹ ہاؤس جاتے، راستے میں کبھی کبھار کوئی رکن رحم کھا کر اپنی گاڑی میں لفٹ دے دیا کرتا۔اسی طرح واپسی کے لئے گوہر ایوب خان کی مہربانی تھی وہ ہمیں ڈراپ کرنے کے بعد اپنے گھر جایا کرتے۔ بہر حال کسی کام کو کرنے میں ہم شرمائے نہیں۔ محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ علم حاصل کیا اپنے آپ کو پالا اور سنبھالا، غربت میں بھی ایک وقار کے ساتھ جیئے، دین کا کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی رحم فرمایا۔ مولانا! اب جو بھی عزت اور مقام ملا ہے تو یہ کسی مستحکم بیک گراؤنڈ کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف مسلک حق کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ کریم کے محبوب کریم کی غلامی میں رہنا سعادت جانا اور ان کی عزت وعظمت اور مسلک کی نگہبانی کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تو اس کریم ورحیم رب نے ہمیں بھی باعزت کر دیا۔

☆☆☆

مہر جہاں تاب کی روشن کرنیں

حدثنا ابو الیمان قال: اخبرنا شعیب عن الزهری قال: اخبرنی ابو ادریس عائذ الله بن عبد الله ان عبادة بن الصامت ﷺ و کان شهد بدراً وهو احد النقباء لیلة العقبه: ان رسول الله ﷺ قال: وحوله عصابة من اصحابه: بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا بالله شیئاً و لا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا اولادکم، ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم و ارجلکم، ولا تعصوا فی معروف، فمن وفی منکم فاجره علی الله، ومن اصاب من ذالک شیئاً فعوقب فی الدنیا فهو کفارة له، و من اصاب من ذالک شیئاً ثم ستره الله فهو الی الله، ان شاء عفا عنه و ان شاء عاقبه فبا یعناه علیٰ ذالک۔

سید ریاض حسین شاہ

عائذ بن عبداللہ ﷺ نے عبادہ بن صامت ﷺ سے روایت کیا، عبادہ بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ آپ شب عقبہ نقبا میں سے ایک تھے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس آپ کے صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔

''تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور چوری نہ کرو گے اور زنا کا ارتکاب نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے کوئی بہتان گھڑ کر نہ رکھو گے اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہ کرو گے پھر تم میں سے جس نے اس ''بیعت'' کی وفا کی سو اس کا اجر اللہ پر ہے اور جوان چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہو گیا اور دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا اور جوان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو وہ اللہ کے حوالے، وہ چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو عذاب دے گا''۔

پس ہم سب نے ان باتوں پر آپ ﷺ کی بیعت کی۔''

حدیث شریف کی وضاحت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی ''الصحیح'' کے اندر بغیر ''ترجمۃ الباب'' کے نقل کیا ہے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ پہلے باب کے مضامین کی تکمیل ہے۔ بخاری شریف میں پہلے باب کے اندر ایمان کی علامت انصار کی محبت بتائی گئی تھی اور اس باب میں امام بخاری نے انصار میں سے ایک عظیم محب اور عاشق صحابی کی وفائے بیعت کی جھلک بیان کی ہے۔

دوسری وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامت ایمان میں صرف انصار کی محبت بیان کی تھی جبکہ یہ بات بھی صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں اظہر من الشمس تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض منافقت کی نشانی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل دور میں احادیث مدون کیں۔ آپ نے کمال ذہانت کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے ''باب'' لکھ کر کوئی عنوان نہ لکھا تا کہ اہل محبت خود ہی سمجھ لیں کہ ایمان کی علامت صرف انصار ہی کی محبت نہیں بلکہ گھرانۂ رسول ﷺ سے پیار بھی ایمان کی نشانی ہے۔

عنوان میں لطافت کی طرف اشارہ کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث لکھی وہ حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کی روایت ہے اور حضرت عبادہ ﷺ انصار میں سے بھی ہیں اور حضرت علی ﷺ کے محبین میں سے بھی ہیں اور یہ بات بھی جان لینا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ انصار سارے کے سارے حضرت علی ﷺ کے ساتھ تھے گویا کہ محبت کی ساری نشانیاں یکجا اور ہمنوا رہیں۔

حدیث کے راوی:

حضرت عبادہ ﷺ بن صامت ﷺ قبیلہ خزرج کے خاندان بنو سالم میں سے تھے آپ کی کنیت ابو ولید تھی۔ حضرت عبادہ ﷺ مدینہ کی پہاڑیاں جو ''قوافل'' کہلاتی تھیں ان میں رہتے تھے۔ ابھرتی جوانی میں ایک چاندنی رات کے اندر حضور انور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کا دلکشا چہرہ روح میں کھب گیا۔ روحانی گرویدگی لفظوں کی ساعت میں سنجیدہ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی نورانی دعوت کا ایک ایک لفظ کانوں کے پردوں سے ٹکراتا ہوا دل کی گہرائی میں اتر گیا۔ اہل تاریخ اس شب انقلاب کا نام ''لیلۃ العقبہ'' رکھتے ہیں۔ عبادہ ﷺ وہ خوش قسمت انسان ہیں جو عقبہ کی اس رات جب چھ لوگ مدینہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں بھی شامل تھے۔ جب بارہ لوگوں نے بیعت کی ان میں بھی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور جب ستر لوگ حاضر ہوئے جب بھی عبادہ ﷺ کی قسمت کی گرہیں بیعت رسول ﷺ سے کھلیں بلکہ آپ بیعت رضوان کی عظیم بیعت میں بھی شامل ہوئے۔

مواخات میں ابو مرثد غنوی ﷺ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ فتح مصر میں حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کا خاص حصہ تھا، عمرو بن العاص ﷺ انہی کی مدد سے مصر فتح کرنے کے قابل ہوئے تھے۔ حضرت عمر ﷺ کے دور میں آپ فلسطین کے قاضی بنے۔ حضرت معاویہ ﷺ نے آپ سے سخت کلامی کی آپ ناراض ہو کر مدینہ چلے آئے۔ حضرت عمر ﷺ نے سبب ناراضگی معلوم کیا اور آپ سے فرمایا:

''ارجع الی مکانک فقبح اللہ ارضاً لیس فیہا مثلک.....''

''آپ اپنی جگہ واپس چلے جائیں اللہ اس ملک کو برباد کرے جس میں آپ جیسے لوگ نہ ہوں''۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت معاویہ ﷺ کو حکم نامہ ارسال کیا:

لا امرة لک علی عبادہ

''تمہاری امارت اب عبادہ پر نہیں''۔

اس طرح قضاۃ فلسطین معاویہ ﷺ کی ماتحتی سے الگ کر دیا گیا۔

دوہرا بدن، دراز قد، پروقار چہرہ، ملیح رنگ اور بارعب شخصیت رکھنے والے عبادہ بن صامت ﷜ تلاوت کتاب اور تعلیم قرآن سے ایک خاص شغف رکھتے تھے۔ مسجد نبوی کے ساتھ صفہ قائم ہوا تو انتظام وانصرام عبادہ بن صامت ﷜ کے سپرد ہوا۔

حضرت معاویہ ﷜ کے ساتھ طبعی اور روحانی اختلاف پایا تھا۔ رہنے سہنے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ عبادہ ﷜ کو حضرت علی المرتضیٰ ﷜ کی بود و باش پسند تھی۔ فقر غیور آپ ﷜ کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا جبکہ حضرت معاویہ ﷜ فقر سے دور شاہانہ کروفر کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷜ نے حضور ﷺ کی حدیث پڑھی۔ حضرت معاویہ ﷜ نے انکار کردیا۔

عبادہ بن صامت ﷜ پیکر جلال بن گئے فرمایا:

اشهد انی سمعت رسول الله ﷺ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔''

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ ﷜ نے ان کی گفتگو میں مداخلت فرمائی۔

آپ فرمانے لگے:

''جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تم موجود ہی نہ تھے تمہاری بات کرنے کا کیا مطلب ہے؟''

آپ کا وصال ارض فلسطین میں رملہ کے مقام پر ہوا۔ آپ عظمت اسلام استقامت ضمیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مینار نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک خاص کیفیت:

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت مبارک تھی کہ وہ جب رحمت عالم ﷺ کی حدیث نقل کرتے تو وہ منظر اور کیفیت بھی بیان کرتے جس کیفیت کے ساتھ انہوں نے حدیث سنی ہوتی۔ یہاں حدیث مذکور میں ایک تو پتہ چلا حدیث بیان کرنے والے صحابی بدری تھے اور کے از نقبائے مدینہ ہونے کا اعزاز رکھتے تھے اور یہ بھی پتہ چلا کہ رحمت عالمیاں ﷺ نے جب بیعت کا امر صادر فرمایا اس وقت آپ کے پاس دس سے زیادہ اور چالیس سے کم صحابہ تھے۔ یہ بات لفظ ''عصابہ'' سے ظاہر ہوئی۔ اس لئے کہ عربی زبان میں عصابہ دس سے زیادہ اور چالیس سے کم نفر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بیعت کا لغوی مفہوم:

اسلام میں جہاد، ہجرت، بیعت، تبلیغ، اصلاح اور تہذیب نفوس اساسی مقصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہجرت ما سوی اللہ سے قطع تعلق ہے، جہاد راہ خدا میں تگ و تاز ہے۔ اصلاح جوہر آفرینی کے نصاب پر عمل صالح کا دوسرا نام ہے۔ تہذیب نفس منہاج سنت پر چلنے کا اثر ہے۔ تبلیغ فہم کامل کے ساتھ دین کے اصول و فروع کا دوسروں تک پہنچانا ہے جبکہ بیعت تحریک صدق وامانت میں سب سے موثر راہ وفا ہے۔ حضور نور ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا ''تم میری بیعت کرو''۔ بیعت مبایعہ سے ہے اور اس کی اصل ''باع'' ہے۔ لغت میں ''باع'' بیچنے اور خریدنے دونوں مفہومات میں مستعمل ہیں۔ اصل میں بیع تبادلہ شئی ہے۔ ایک چیز لینا اور دوسری دینا۔ بیع میں دینے والا شخص سودے میں اپنی چیز سے ''ربق ملک'' ختم کرتا ہے یعنی اپنے اختیار کی نفی کر کے دوسرے کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔ بیعت میں بھی بیعت کرنے والا اپنی جان و مال اور عرض سب سے اختیار کا انقا کر کے بیعت لینے والے کی ملک ثابت کرتا ہے اور بیعت لینے والا بیع میں اسے خالی ہاتھ تو واپس نہیں کرتا بلکہ نجات، خوش عاقبتی اور فلاح آخرت کی ضمانت دیتا ہے۔ بیعت کے اسی خوبصورت مفہوم کو قرآن حکیم میں سورہ توبہ کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں ان کے لیے بدلے میں جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑیں تو قتل کریں اور شہید ہوں اس کا وعدہ سچا ہے تورات، انجیل اور قرآن میں، اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے، تو اپنے سودے پر جو تم نے کیا ہے خوب خوش ہو اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (توبہ: ۱۱۱)

بیعت اصل میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

ارشاد باری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

''بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر، تو جس شخص نے اس بیعت کو توڑا تو بیعت توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا اور جس شخص نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا عنقریب اللہ اُسے اجرِ عظیم سے نوازے گا۔'' (الفتح: ۱۰)

سورہ فتح کی یہ آیت اگرچہ اس بات کو واشگاف انداز میں بیان کرتی ہے کہ بیعت اللہ کے لئے ہے لیکن قرآن مجید کی اسی آیت میں یہ بات پورے زور کے ساتھ قاری قرآن کو بتائی جاتی ہے کہ بیعت کا مظہر ''دستِ رسول'' ہے۔ رسولی ہاتھوں ہی کے لئے کتاب کا اعلان ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

''ان سب کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ''۔

رسول کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے اعلان فرمایا میری بیعت کرو تا کہ تم سب کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہو جائے۔ قرآن و حدیث اس امر کو الم نشرح کر دیتے ہیں کہ بیعت فرض بھی ہے، بیعت سنت بھی ہے اور بیعت مستحب بھی ہے۔ اہل اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دینا دراصل دستِ رسول کی نسبت حاصل کرنا ہے۔ ہادی و مرشد حقیقت میں رسول اکرم ﷺ ہی کی ذات ہیں۔ تمام سلاسل کے بزرگ و مریدین کی نسبتیں حضور ﷺ ہی سے جوڑتے ہیں اور ریاضتوں، اذکار اور اطاعتوں سے قربِ رسول ہی کے منہاج تک پہنچاتے ہیں اور آپ ﷺ معرفتِ کردگار کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں سے مختلف امورِ خیر میں بیعت طلب کی ہے۔ نماز کے قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، روزوں کے رکھنے، حج کی فریضہ وفائی، ترکِ خواہشات، اجتناب معصیت، ردِ منکرات، تنگ دستاز اور ہجرت اور کئی دوسرے امور کے لئے آپ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کیا۔ مختلف سلاسل سے تعلق رکھنے والے بزرگ بھی قیامِ دین، استحکامِ عقیدہ، نفاذِ شریعت، اصلاحِ احوال اور تہذیبِ نفوس ہی کے مقصد کے لئے بیعت کا نظام قائم کئے ہوئے ہیں۔

حدیث مذکورہ میں نصابِ بیعت:

حضرت عبادہ بن صامت ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سب سے پہلے شرک نہ کرنے کی بیعت لی، اس میں شک نہیں کہ توحید دینِ اسلام کی اساس ہے اور یہی عقیدہ مسلمانوں کو دنیا کی تمام قوموں سے ممتاز اور ممیز کرتا ہے۔ عیسائی ''تثلیث'' میں الجھ گئے، یہودی تحریفِ دین کے کھلاڑی بن گئے، زردشتی نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا قرار دے کر پھر دونوں کی کشتی دیکھنے میں محو ہو گئے۔ ہندو ''حلول'' میں پڑ گئے۔ کوئی چاند پرست ہوگیا، کہیں سورج پرستی کی رسمیں گھڑلی گئیں۔ تاؤ اور جین مذہب سیاروں اور ستاروں کی شادیوں سے تکوینات کے راز کھوجنے لگ گئے۔ یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت سکھاتا ہے اور اللہ کے ایک ہونے کو اس طرح منواتا ہے کہ کوئی رسول بھی اس کا شریک نہ ہوتا ہے اور نہ رہتا ہے بلکہ محبوبیت کی جوشان رسول اللہ ﷺ کو ملی، تکوین اور تشریع کے جو اختیارات انہیں دیئے گئے، کان و مایکون پر آپ کی حکومت قائم ہوئی لیکن ان کی محبت میں گرفتار آپ کا ہر غلام انہیں 'عبدہ و رسولہ' ہی مانتا رہا۔ شرک کی ہر قسم مبغوض ٹھہری خواہ وہ شرک فی الذات ہو یا شرک فی الصفات ہو اور یا شرک فی العبادات ہو۔ دیکھا جائے تو یہ بھی معجزہ حضور انور ﷺ ہی کا ٹھہرا کہ آج تک کبھی ایسا نہ ہوا کہ کوئی شخص حضور ﷺ ہی کو معبود بنا بیٹھا ہو۔ سب میں رہ کر سب سے جدا رہے تا کہ ان کی مصطفائی تک کسی کی رسائی نہ ہو اور شبِ معراج سب سے کٹ کر سب میں رہے تا کہ کوئی انہیں معبود نہ مانے۔

نصابِ بیعت کا دوسرا حصہ: اور چوری نہ کرنا:

حضرت صفوان بن ربیعہ ﷺ کہتے ہیں کہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر مسجد میں سو رہا تھا۔ چادر کی قیمت زیادہ سے زیادہ تیس درہم تھی۔ ایک آدمی آیا اور اس نے میری چادر اچک لی۔ اسے پکڑ کر جانِ رسالت ﷺ کے حضور پیش کیا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم سنا دیا میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ!

آپ کیا تین درہم کے عوض اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے؟
میں چادر اس کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں۔
اور قیمت اس کی طرف رہنے دیتا ہوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''تو نے یہ معاملہ اسے میری کچہری میں پیش ہونے سے پہلے کیوں نہ کر لیا تھا؟''
(صحیح ابوداؤد: کتاب الحدود، حدیث رقم ۴۹۳۴)

چوری عادات مذمومہ میں سے ایک شرمناک عادت ہے جو معاشرے کا ناسور ہوتا ہے۔ ایسی سوسائٹی جس میں چوری کی عادات عام ہو جائیں وہ اندر سے کھوکھلی سوسائٹی ہوتی ہے۔ بظاہر یہ ایک معصیت ہے لیکن اس کے پیٹ سے سینکڑوں جرائم جنم لیتے ہیں۔

قوانین عالم میں چوری پر سب سے کڑی سزا اسلام میں ہے یعنی ''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو'' (القرآن: سورہ مائدہ آیت رقم ۳۸)

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کے محبوب رفیق حضرت اسامہ ؓ نے چوری کرنے والی ایک عورت کی سفارش کی تو آپ ﷺ نے پہلے حضرت اسامہ ؓ کو مخاطب فرمایا:
''اے اسامہ!
تم اللہ کی حدود میں سفارش کرنے آئے ہو؟''
پھر آپ نے لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا:
''تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی بڑے گھرانے کا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا تھا اور اگر کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر سزا لاگو کر دی جاتی۔''
اللہ کی قسم!
اگر محمد ﷺ کی لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔'' (بخاری، مسلم، ابوداؤد: کتاب الحدود، کتاب السرقۃ)

اگر دنیا اس وقت بھی قرآنی سزائیں نافذ کرنے میں کامیابی حاصل کر لے تو معصیتوں کی لعنت جہاں ختم ہو گی وہاں معاشرتی سکون اور اعلیٰ اقدار میں ترقی اور ارتقا کی دولت میسر آ سکے گی۔

اور بدکاری نہیں کرو گے:

زنا سے مراد کسی عورت کے ساتھ کسی مرد کا نکاح کے بغیر مباشرت کرنا ہے۔ تمام انسانی معاشرے اس قبیح حرکت کو قابل مذمت جانتے ہیں۔ پاکیزگی، بہترین انسانی خوبی ہے۔ ہندوؤں کے ہاں زنا کرانے والی عورتوں کو کتوں سے پھڑوایا جاتا اور مردوں کو لوہے کے پلنگ پر لٹوا کو چاروں طرف آگ لگا دی جاتی۔ مغرب میں بھی کہیں جائیداد ضبط کرنے کی، کہیں مہر ساقط کرنے کی، کہیں عمر قید اور کہیں سزائے موت کی سزائیں جاری کی جاتی تھیں۔

اسلام میں بدکاری کو قابل راضی نامہ گناہ نہیں سمجھا گیا ہے۔ مرد یا عورت جو بھی ہو اس گناہ کا مرتکب ہونے پر شرعی حد کا مستحق ہو جاتا ہے۔ شرعی سزا کنوارا ہونے کی صورت میں سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگ کرنے کی سزا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
''معراج کی رات ہم تنور کی طرح ایک کنوئیں کے پاس آئے، اس کے اندر سے چیخوں کی آوازیں آ رہی تھیں، ہم نے اندر دیکھا تو ننگے مرد اور ننگی عورتیں نظر آئیں، ان کے نیچے سے بھڑکتی ہوئی آگ جب اوپر آتی تو وہ سب زور زور سے چلاتے، یہ بدکار مرد اور زنا کار عورتیں تھیں''۔ (کتاب الصحیح للبخاری: باب تعبیر الرویا بعد صلاۃ الصبح)

امام ذہبی نے کہا کہ زبور کے اندر آیا ہے:
''بدکاروں کو شرمگاہوں کے ذریعے دوزخ میں لٹکا دیا جائے گا۔''
(کتاب الکبائر: باب حرمۃ الزنا)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''زنا کرنے والوں کے چہروں پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی''۔

(الترغیب والترہیب: علامہ منذری ممانعت عن الزنا)

مرد ہوں یا عورتیں رسول اللہ ﷺ بیعت لیتے ہوئے عہد لیتے کہ تم ہرگز زنا نہیں کرو گے۔

اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے:

تہذیب نفس، اصلاح احوال، تکمیل بیعت اور تزکیہ معاشرت کا یہ چوتھا سبق ہے کہ تم نے اپنی اولادوں کو قتل نہیں کرنا۔

قتل اولاد کی ممانعت پر قرآن حکیم کی آیات بھی موجود ہیں۔

سورہ انعام میں ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

''اور اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو افلاس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی''۔ (سورہ انعام: ۱۵۱)

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ

''اور اپنی اولادوں کو غربت کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی''۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۳۱)

اسلوب قرآن کی نیرنگیاں اور جاذبیت ملاحظہ ہو۔ پہلی آیت میں ''مــن امــلاق'' کہا اور دوسری میں ''خشیۃ امـلاق'' کہا۔ اس قتل اولاد کی دو صورتیں سمجھ آئیں۔ ایک تو غربت اور افلاس کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دینا اور دوسری صورت غریب ہو جانے کے اندیشوں کے ورود کی بنا پر قتل کر دینا۔ قرآن حکیم نے دونوں صورتوں میں اصلاح کے لئے فرمایا ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دینے والے ہیں۔ سیاق کلام کی طاقت ملاحظہ ہو کہ ایک آیت میں ''تمہیں'' ''ان پر'' مقدم رکھا اور دوسری آیت میں ''انہیں'' تم پر مقدم رکھا۔ غربت کی وجہ سے قتل کرنے والوں کو پہلے مقدم کیا کہ اولاد کے رزاق تم تھوڑے ہی ہو، ہم ہیں۔ جب ہم تمہیں روزی دے سکتے ہیں تو انہیں بھی عطا کر سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں اندیشوں کا رفع کرنا مقصود تھا اس لئے اولاد کو مقدم کیا کہ یہ میرے پیدا کئے گئے ہیں ان کا رازق گویا میں ہوں تمہیں کوئی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔

''دو بچے خوشحال گھرانے'' کا تصور ملحدانہ انداز فکر ہے۔ اس میں اصلاح ہونی چاہیئے۔ ویسے بھی مغربی استعمار نے ترقی کے یہ فارمولے مسلمان ممالک کے لئے وضع کئے ہیں ورنہ اپنے ممالک میں تو کثرت اولاد پر وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشیوں کا زوال اللہ رب العالمین اپنے فضل سے ممکن بنائے۔

حدیث شریف میں قتل اولاد کی وجہ عار بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے عرب بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ممکن ہے وہ لوگ جو صحیح تربیت نہ کر کے اپنی اولادوں کو قتل کر دیتے ہیں، ان کی بھی اصلاح مراد ہو۔ واللہ اعلم

ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بہتان نہیں گھڑو گے:

اس جملے کے تین مفہومات ہو سکتے ہیں:

پہلا تو یہ کہ عورتیں زنا کے ذریعے اولاد پیدا کر کے خاوندوں کے ذمہ نہیں لگائیں گی۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے دل سے کنایہ ہے بے حقیقت باتوں کو تم گھڑ کر دوسروں کے ذمہ نہیں لگاؤ گے۔

اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ بہتان تراشیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرو گے۔ الزام تراشیوں کی تحریک پیدا کر کے شخصیات کی پائمالگی کا کام نہ کرو گے۔

بعض شارحین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اپنی منکوحہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کو غیر کی طرف منسوب نہیں کرو گے۔

وہ لوگ جو اپنے نسب بدل بدل کر بیان کرتے ہیں۔ سید ملک بننے کے شوق میں کتنی تباہی خریدنے والے یہ لوگ ہوتے ہیں۔

اور نیکی میں نافرمانی نہیں کرو گے:

حضور ﷺ سے جو صادر ہو۔ آپ جس چیز کا حکم دیں سب کچھ معروف ہے، پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس بات پر میری بیعت کرو کہ معروف میں معصیت کا ارتکاب نہیں کرو گے، کیا مفہوم رکھتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بیعت کا سلسلہ قیامت تک چلنا تھا۔ آپ ﷺ نے ماموں، پیروں اور خلفاء سب کے لئے ایک میزان اور معیار رکھ دیا کہ وہ بیعت معروف ہی میں لے سکتے ہیں اور ان کی اطاعت بھی معروف ہی میں ہونی چاہیئے۔ مراد یہ ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی ہیں، اطاعتوں کا مقصد اللہ کی رضا اور اطاعت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ہم سب پر لازم ہے:

انسانی معاشرت کی درستگی، برداحسان کی اقدار کی بالادستی اور تہذیب نفوس کے لئے ضروری ہے کہ ہم دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کے لئے کسی شیخ کامل کی بیعت کریں جس کی سند حضور ﷺ کی ذات تک متصل ہو۔ ایسا شیخ جو پوری طرح نگہبانی کرکے اور اپنے مرید کو نظر میں رکھے۔ بیعت ہی وہ ذریعہ ہے جس سے شخصیت کو نکھارا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو نبی کریم ﷺ تک پہنچائے اور آپ کے فیضان نظر سے ہمارے نفوس کا تزکیہ فرمائے تاکہ دین اور دنیا دونوں کی کامیابیاں مقدر بن سکیں۔

وما علینا الا البلاغ و صلی اللہ علیه وعلیٰ اله والاصحاب.

☆☆☆

کبھی یاد آؤ تو اس طرح

حافظ شیخ محمد قاسم

قلم اور زبان دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ زبان سے کہی ہوئی بات لوگ بھول جاتے ہیں، اس لئے زبان سے امانتوں کی ادائیگی قدرے آسان سمجھی جاتی ہے لیکن قلم کا معاملہ دوسرا ہے۔ اس کی کاٹ اور بہاؤ تاریخی پگڈنڈیاں تخلیق کرتا ہے۔ کسی لکھنے والے کے لئے اپنے عہد کے تقاضوں کا ادراک مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے، پھر ایک ہی سمت میں قلم کا سفر یکسانیت اور ایک ہی ایسے حالات کے محور پر گھوم گھوم کر کشش سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے فکری اور تخلیقی سفر کا محور "شاہ جی" ہیں۔ میں انہی کی طرف دیکھتا رہتا ہوں۔ میں اس معنی میں رجعت پسند ہوں۔ مجھے ہر روز نئے عنوانات نہیں تراشنے پڑتے لیکن میری زندگی کا عنوان ابہام کا شکار نہیں رہتا، اس لئے کہ ہم شاہ جی برائے شاہ جی کے قائل نہیں۔ ہمارے شاہ جی نے ہمیں خود سے نکال کر اللہ کی رضا اور حضور ﷺ کی خوشنودی کا سبق سکھا رکھا ہے۔ مقصد کی فضیلت نے ہمیں حوادث سے دست و گریباں ہونے کا حوصلہ دے رکھا ہے۔ فنکاروں کے نزدیک حالات کی ظلمتیں سورج کو چھپا سکتی ہیں لیکن ہماری دنیا کا "سراج منیر" کسی ظلمت سے شکست نہیں کھاتا۔ روشن رہنا اور روشن رکھنا اس کا مقدر ہے۔ شاہ جی کی باتیں لکھتے ہوئے ہم خوش بخت لوگ ہیں ہمارے سورج کی روشنی ہمیں نوازتی رہتی ہے۔ شکستہ فکری اور ریشم کی تاروں ایسے بنے ہوئے خیالات ہمارے عنوانات نہیں۔ ہمارے پیر اور ہمارے شیخ کا عنوان مؤثر اور محبت بھری زندگی کا سراغ لگاتا ہے۔

"خیابان سرسید" راولپنڈی میں پیر کی شب تاروں سے زیادہ منور محفل میں شاہ جی اپنے سنگیوں میں بیٹھ کر گفتگو فرما رہے تھے۔

"عزیزو! سورہ فاتحہ ہمیں انعام یافتہ لوگوں کی راہ چلنا سکھاتی ہے۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اللہ کے انعام یافتہ بندے ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ انہیں دیکھو تو اللہ یاد آتا ہے۔ بدن کا بال بال اللہ کے ذکر کی لذت محسوس کرتا ہے۔

ان کی تنبیہات شعور کے تازیانے ہوتے ہیں ان کا طرز زندگی عاجزی لئے ہوتا ہے۔ ان کے ہاں راہ راست سے انحراف نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ صراط مستقیم کے چوکیدار ہوتے ہیں۔ "اہل اللہ" کے نزدیک ذکر محض چیخ و پکار کا نام نہیں بلکہ یہ دلوں کا خشوع ہے، اللہ کی طرف ہر دم توجہ رکھنا ہے اور بے ریا عمل بجا لانا ہے۔

صاحبو!

اپنے آپ کو فکری اور عملی انحراف سے بچاؤ ان لوگوں کی راہ نہ چلو جن کے دلوں کو اللہ نے اپنے ذکر سے غافل بنا دیا ہے اور ان کے اعمال میں کج روی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ایک دن امام مالک اپنے شاگردوں اور مریدوں کے ہجوم میں تشریف فرما تھے ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی اے ہمارے امام! کچھ لوگ میں نے دیکھے ہیں خوب کھاتے ہیں، شعر پڑھتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا وہ بچے ہیں؟ سائل نے کہا "نہیں"۔ امام علیہ الرحمہ نے پھر پوچھا کیا وہ پاگل ہیں؟ آنے والے نے عرض کی "نہیں" بلکہ وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ "ذاکرین" ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا میں نے اہل اللہ میں سے کسی کو ایسے کرتے نہیں دیکھا۔

میرے پیارے سنگیو!

زندگی کا ما حاصل سمجھو اور حضور انور ﷺ کی اطاعت و محبت سے اللہ کو خوش کرو"۔

شاہ جی چپ ہو گئے۔ سنگیوں نے جھکی گردنیں اوپر اٹھائیں دیکھا تو ساون برسنے لگ گیا۔ شاہ جی گھائل ہو گئے۔ سہمے سہمے انداز میں دکھیا سے ہو کر فرمانے لگے:

"گناہ زیادہ ہو گئے ہیں۔ سفر کی منزل قریب آنے لگ گئی ہے۔ احساس ندامت ہلنے نہیں دیتا۔ زندگی کی گونگی دوپہریں اور اندھی راتیں، سہمی صبحیں اور خوفزدہ شامیں کہتی ہیں اپنے روحانی محبوب کو تلاش کرو اور پھر اس کی گود میں سر رکھ کر چیخو اور فریاد کرو میرے اللہ! مجھے معاف کر دے، مجھے بخش دے۔ مجھے مغفرت ذنوب کی دولت عطا فرما دے۔

ساتھیو! حاجیوں کے قافلے منزل رحمت کی طرف رواں دواں ہیں۔ مدینہ سے شفیق نظریں آواز دے رہی ہیں۔ کرم کے جلوے اشارے کر رہے ہیں۔ آؤ مکہ اور مدینہ کی راہوں میں نیک روحوں کا قرب میسر آ جائے گا اور صبیح و ملیح چہروں سے پھوٹتا نور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جائے گا۔ سو میرا دل کر رہا ہے کہ گناہوں کی بخشش کے لئے حج کر آؤں۔ مدینہ طیبہ حاضری ہو جائے، پھر مالک کی مرضی ابدی تنہائی میں سو جاؤں یا کہیں اس کی مرضی میں کھو جاؤں۔

شاہ جی کا وعظ ختم ہو گیا۔ محفل ذکر ہوئی، حسب معمول لوگ شاہ جی سے ملے، روئے دھوئے اور گھروں کو چل دیئے۔ میری یہ رات بڑی بے چینی اور درد میں کٹی۔ دل میں سینکڑوں خیالات ابھرے اور دریا کی جھاگ کی طرح مٹ گئے۔

لیاقت روڈ کا مکان، ایبز میں آنا جانا، تیسری اور چوتھی کلاس میں شاہ جی کو پھول پیش کرنا اور گھر آنے کی دعوت دینا۔ قرآن مجید یاد کرتے ہوئے آیتوں کا تکرار کرنا اور شاہ جی کو آتے جاتے دیکھنا، شرارتیں کرنا اور ہوسٹل نائٹ میں پہیلیاں بوجھنا۔ تندور سے گرم گرم روٹی کھالینا اور کسی لقمے میں پیارے شاہ جی کا شریک ہوجانا۔ سب سے بڑی بات ہر چاہت کو پھونک کر "قرآن مجید" ہی کو منزل بنالینا ماضی کی ہر یاد چنگاریوں کی طرح ابھرتی اور پھر بکھر جاتی۔

میں نے محسوس کیا میرے روزن فکر سے ایک ننھی سی آرزو بار بار روشن ہوتی اے کاش! شاہ جی کی معیت میں حج میسر آجائے لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ خیال تھا۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ والد صاحب نے مجھے شاہ جی کے حوالے کردیا اور شاہ جی کے سامنے کچھ کہنا محال ہے، اس لئے ہر خیال کے خود ہی گھونٹ بھر لیتا۔ تہجد کا وقت ہوگیا، باہر نکلا شاید شاہ جی کی زیارت ہوجائے اور شاہ جی دل کی بوجھ میں۔ خلاف قیاس شاہ جی کے دونوں دروازے کھلے پڑے تھے۔ جھانک کر میں نے دیکھنا چاہا تو شاہ جی نے مجھے بلالیا اور خوشخبری سنادی اللہ کے حکم سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ امسال حج میں تمہیں میرے ساتھ جانا ہوگا۔

قارئین! اب آپ میرے جذبات کا اندازہ نہیں کرسکتے جب میری پابریدہ آرزوؤں کو منزل مل گئی۔ کچھ عرصہ ہوا میں محسوس کررہا ہوں کہ شاہ جی انفرادی طور پر بہت کم وقت عنایت فرماتے ہیں۔ شاہ جی کو راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ بچ گیا ہے کہ "محفل ذکر" رکھ لی جائے یہ حکمت بھائی حافظ محمد زبیر خوب جانتے ہیں۔ انہوں نے سرحد کا دورہ بنالیا۔ شاہ جی نے ہری پور بعد ازاں ایبٹ آباد اور پھر صوفی صاحب کے ہاں محفل ذکر میں شرکت کرنی تھی۔ میری بدقسمتی اس دفعہ میرے بیٹے محسن کی ولادت کی وجہ سے شرف باریابی درراہ وفا پائی نہ مل سکا۔ فون ہی کے ذریعے مجھے شاہ جی کی معیت میں رہنا نصیب ہوا۔ شاہ جی کے ساتھ راولپنڈی سے یاسر، عثمان، عدنان، اسرار شاہ گیلانی، فدا حسین اور چند دیگر لڑکے گئے۔ میر پور سے آصف، اشتیاق، علامہ بشیر القادری، جاوید خان جدون، علامہ حسین احمد مدنی، آغا عبدالرحمٰن، مبارک حسین شاہ اور کچھ دیگر دوستوں کو اذن سفر ملا۔ حافظ محمد زبیر اس دفعہ ساتھ نہ جاسکے۔ ایبٹ آباد سے علامہ اسحاق صدیقی، ڈاکٹر سلیم اور محمد حنیف مانگل ساتھ ہوگئے، صوفی صاحب کے ہاں بڑی محفل ذکر ہوئی، راستے میں شاہ جی بیمار ہوگئے۔ واپسی ہوئی تو طبیعت علالت سے بھی آگے جاچکی تھی۔ ڈاکٹر بلال (پرویز) ہمہ وقت خدمت میں حاضر رہنے لگے، اس مرتبہ محفل حج پر روانگی کی وجہ سے بروز ہفتہ منعقد ہوئی۔ حج کے فضائل پر شاہ جی نے گفتگو کی، علامہ اسحاق صدیقی نے جیسے محفل کا رنگ لوٹ لیا۔ علامہ صدیقی ایبٹ آباد جماعت اہل سنت کے صدر ہیں، منجھے ہوئے عالم دین ہیں، ایک ہائی سکول میں سینئر استاد ہیں، پنج تنی ہیں، آل پاک سے محبت میں نمونے کی چیز ہیں آپ نے اپنا کلام پڑھا ممکن ہے شاہ جی کی طبیعت میری جسارت سے بوجھل ہو لیکن ایک معصوم دل کی آرزوئیں جب ہر دل کی امنگ بن جائیں شاید انہیں نذر قرطاس کرنا سعادت ہو۔

علامہ اسحاق صدیقی فرماتے ہیں:

آپ کے ساتھ جو حج پر روانہ ہو گا
شاہ جی اس کا سفر کتنا سہانا ہو گا
در محبوب پہ جب آپ کا جانا ہو گا
ہم فقیروں کی بھی بگڑی کا بنانا ہو گا
جہاں امت کی زبوں حالی کی باتیں ہوں گی
ہم گنہگاروں کا بھی حال سنانا ہو گا
آپ کے دم سے وابستہ امیدیں کتنی
کتنے احباب کی قسمت کا جگانا ہو گا
کتنا خوش بخت وہ یکتائے زمانہ ہو گا
آپ کے ساتھ جسے ساتھ پرانا ہو گا
جن مقامات مقدس میں دعائیں ہوں گی
شاہ جی ہم کو نہ اس میں بھلانا ہو گا
روز محشر جو گنہگاروں کے کام آئیں گے

پنجتن پاک کا وہ پاک گھرانہ ہو گا
آپ لجپال گھرانے کے نقیب اعظم
آپ کے پاس تو وارث کا خزانہ ہو گا
حاضری کے لئے منظوری کرانی ہو گی
ہم سیاہ کاروں کو سرکار نبھانا ہو گا
مع احباب کے احاق مدینے جائے
آپ کا دست دعا اس کا بہانا ہو گا

اگلے روز جب ہم جہاز میں "حجازِ مقدس" کے لئے سوار ہو گئے۔ منزل روحانی تھی لیکن شاہ جی کی افسردگی سمجھ سے بالا تھی۔ فاروق حسن، محمد بہاؤالدین (شاہ جی کے خادم خاص)، لیاقت علی، حسنات احمد مرتضیٰ اور خاکسار عنوان بدل بدل کر شاہ جی کی خوشیاں حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ کی بوجھل طبیعت جہاز میں شامِ غریباں بپا کئے ہوئے تھی۔ ایک گھنٹہ مسلسل کرب جھیلنے کے بعد ذہن نے روشنی محسوس کی وردل سے یہ دعا نکلی۔

ہمسفرو دعا کرو کاش ہمیں نصیب ہو
گل گل باتوں کا رس اور پیار کا سامنا

شاہ جی ہماری چہ میگوئیوں سے بھانپ گئے کہ ہم پریشان ہیں آپ نے محسن کا شعر پڑھا:

زمین پہ رہ کر ستارے شکار کرتے ہیں
مزاج اہل محبت کا آسمانی ہے

قاسم! مزاج کی برہمی ایک واقعہ کی وجہ سے ہے، گذشتہ روز میں جبڑی میں صوفی صاحب کی محفل ذکر سے فارغ ہوا تو خواتین کی ملاقات کے دوران علامہ اشتیاق احمد کی بہنوں نے ایک ننھی سے بچی میری گود میں ڈال دی اور کہا اس کی ماں کو اللہ نے بلا لیا ہے۔ طبیعت گھائل ہے، روح افسردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنا امر محال ہے، وہ معصوم بچی مجھے بار بار یاد آ رہی ہے۔ میں نے علامہ اشتیاق کو کہا تھا کہ سے میری کفالت میں دے دو لیکن وہ بے چارہ کیا کرے یہ اس کی جواں سال بیوی کی یادوں کی امانت ہے۔ اس کی ننھی ننھی سانسیں اب باپ کے لئے دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

شاہ جی نے مجھے حکم دیا کہ علامہ اشتیاق کی ننھی بچی کے حوالے سے دیکھنا کہیں کوتاہی نہ ہو جائے، پھر شاہ جی جیسے درد کی کرچیاں سمیٹنے میں مصروف ہو گئے ہوں۔ جہاز کی سیٹ آپ نے پھیلا دی اور آنکھیں بند کر لیں۔ ٹیک لگا کر کافی دیر تک "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھتے رہے۔ دفعتاً آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی اور آنکھ کھولی اور بس اتنا کہا:

شوق پرواز و جستجوئے سفر
خواہش بال و پر میں کھو بیٹھے

جدہ ائرپورٹ پر زکوٰۃ وعشر کے وزیر نورالحق قادری ملے۔ لیاقت بلوچ نے مصافحہ کیا اور نثار کھوڑو بھی شریک سفر ہوئے لیکن شاہ جی عجیب آدمی ہیں دوران سفر نہ تو یہ محسوس ہونے دیتے ہیں کہ آپ کسی کو متاثر کر رہے ہیں اور نہ ہی شاہ جی کا ہمسفر یہ محسوس کر سکتا ہے کہ آپ کسی سے متاثر ہو رہے ہیں۔

عبادت اور ریاضت میں بھی کم ہی کوئی جان پائے گا کہ شاہ جی کثرت عبادت اور عشق کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ بھی جاننا شاہ جی کے ساتھیوں کے لئے دشوار ہوتا ہے کہ آپ غفلت میں ہیں یا ذکر کی حالت میں ہیں بس یہی کہا جا سکتا ہے:

مثنوی ما دکان وحدت است
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

امیگریشن سے فارغ ہوتے ہی لگتا تھا شاہ جی اجنبی اجنبی چہروں کی مایوسیاں، حکومت کا غیر تسلی بخش انتظام، حاجیوں سے سنگ دلانہ رویہ، معاشرتی بوجھ تلے رینگتی محرومیاں برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مسافر مسجد کی چٹائی پر شاہ جی کو دو چادروں میں ملبوس دیکھا تو فقر غیور وجسور کی تصویر محبت اور دردمندی کی بے ترتیب ہچکیاں لے رہی تھیں۔ عارضہ قلب کے مریضوں کے پاس زبان کے نیچے

رکھنے والی گولی شاہ جی کی زبان تلے رکھی، کچھ دیر بعد پانی پلایا اور ہسپتال لے جانے کی درخواست کی لیکن شاہ جی بہت سارے دکھوں کی طرح اپنا مرض اور بیماری بھی پی گئے۔ جدہ سے مکہ شریف آدھ پونے گھنٹے کا سفر ہم نے تین گھنٹوں میں طے کیا۔ میں نہ جان سکا کہ شاہ جی کو آزمایا گیا یا پھر ہم نکموں کی آزمائش کی گئی عمرہ سے لے کر حج تک اس مرتبہ شاہ جی نے سارے ارکان "وہیل چیئر" پر ادا کیے۔ ہر خلوت اور ہر جلوت میں اس مرتبہ یہی دعا پڑھتے رہے:

اللھم انی اسئلک راحۃ عند الموت والعفو عند الحساب

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں موت کے وقت راحت کا اور حساب کے وقت معافی کا"۔

ایک مختصری گفتگو میں بعد ازاں شاہ جی نے انکشاف بھی فرمادیا کہ یہ دعا مسنون ہے۔ طواف کے دوران حضور ﷺ جب چاہ زمزم سے گزرتے تو یہی دعا فرماتے۔

حج کے دوران وفد کے ساتھی تقریباً تھکن کا شکار رہے، اس لئے کہ شاہ جی کی طبعیت ناساز گار تھی۔ بارھویں کو شاہ جی اپنے بڑے صاحبزادے سید فیصل ریاض کے ہاں تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب اگرچہ "حفظ القرآن" میں میرے ہم جماعت رہے ہیں، لیکن میرے دل میں ان کے لئے بڑا احترام ہے۔ ان کی وساطت سے شاہ جی کے معمولات جاننے کی کوشش کی پتہ چلا ایام بیض کی راتیں شاہ جی نے اسکان رصیفہ کی عقبی پہاڑیوں پر گزاریں۔ فیصل شاہ جی سے پوچھا شاہ جی راتوں میں وہاں کیا کرتے تھے۔ تنہائی، جنگل اور پھر چاند سے جیسے دیرینہ آشنائی ہو۔ خاموش قیام، مجسس قیام، آہوں، سسکیوں اور دلدوز چیخوں کی آوازیں سکوت شب میں تھوڑی دیر مخل ہوتی لیکن ابوجی پھر مراقبہ میں محو ہو جاتے۔ وقفوں وقفوں کے ساتھ جیسے شاہ جی کسی سے باتیں کر رہے ہوں۔ کون اس جنگل میں شاہ جی کا شریک سفر تھا۔ یہ راز ہے جسے شاہ جی ہی خود جانتے ہیں، لیکن صبح تین تین بجے تک غار حرا کے اس پار دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر کسی سے کیا لیتے اور کسی کو کیا دیتے۔

دو جہاں چھوڑ کر ملو اس سے
وہ کہ رہتا ہے دو جہاں سے الگ
آؤ آپس میں فیصلہ کر لیں
کس کو ہونا ہے اب کہاں سے الگ

شاہ جی کی تلاش مکہ سے مدینہ کی راہوں میں جاری ہے۔ سر شام جب "مدینۃ المنورۃ" حاضری کے لئے گاڑیوں کے ایک قافلے میں آگے بڑھے تو شاہ جی نے مجھ سے قلم کاغذ چھین لئے اور نعت اسمائی میں مشغول ہو گئے اور مجھے جھنجھوڑا اور کہا قاسم! اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو۔ تھک جاؤ گے۔

وہ وقت آن پہنچا جب ہم سب ہم سفر، ہم سخن اور ہم راز رسول رحمت ﷺ کی نورانی دہلیز پر کھڑے صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے تھے۔ رنگ رچاتی باتیں، حکایتیں اور یادیں اچانک آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔ شاہ جی چپ ہو گئے اور ہمارے قلبی موسم کا بہاؤ، ذہنی سوچوں کے بہاؤ کی نذر ہو گیا۔ سوچوں پر گنبد خضریٰ ایسا محیط ہو گیا کہ سانسیں مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے ہوئے رک سی گئیں۔ پتھرائی آنکھیں جب سنبھلیں گی تو پھر دیکھوں گا میرے شاہ جی کہاں، کس حال میں ہیں۔ میرے لئے ساتھی دعا کریں میں شاہ جی کو زندگی بھر تلاش کرتا رہوں اور شاہ جی میری تنہائیوں میں غمگسار بن کر اترتے رہیں۔

☆☆☆

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

علامہ محمد دین سیالوی ارضِ وطن کے معروف عالمِ دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دینِ مبین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانش تجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشورانِ ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زریں اور بامعنی تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبانِ حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔ (ساتواں حصہ)

محمد دین سیالوی

102. كيف يستجاب دعائي لك؟

قيل انه مرض يعقوب بن ليث مرضا أعيا الأطباء فاستنجد بسهل بن عبد الله الزاهد عليه الرحمة وقال له أدع الله لي أن يشفيني.

فقال: كيف يستجاب دعائي لك والمظلومون ما فرج عنهم؟فأطلق الأمير المظلومين فقال سهل:(اللهم كما أريته ذل المعصية فأره عز الطاعة وفرج عنه)فقيل انه عوفي باذن الله فعرض على سهل مالا فرفضه وقال:(لا حاجة لي فيه)

میری دعا تیرے حق میں کیسے قبول ہوگی؟

بیان کیا گیا ہے کہ یعقوب بن لیث کو ایک ایسا مرض لاحق ہو گیا جس کے علاج سے طبیب عاجز ہو گئے۔ وہ سہل بن عبداللہ زاہد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کی۔

انہوں نے کہا: (جب تک مظلوموں کو رہائی نہیں ملتی، میری دعا تیرے حق میں کیسے قبول ہوگی؟) امیر (یعقوب) نے مظلوموں کو رہا کر دیا۔ اب حضرت سہل نے دعا کی: (اے اللہ جس طرح تو نے اسے نافرمانی کا برا انجام دکھایا، اب اسے اطاعت کا اچھا انجام بھی دکھا اور اسے شفا عطا فرما) اللہ نے اسے شفا عطا فرمائی تو اس نے سہل کو کچھ مال پیش کیا، آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۲۰)

تبصرہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مظلوم کی آہ اور بددعا سے بچو کیونکہ اس میں اور قبولیت میں کوئی حجاب نہیں یعنی وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ مظلوم کو اگر ظلم سے نجات دلائی جائے اور اس کا دل خوش کیا جائے تو اس کی دعا بھی فوراً قبول ہوتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت براری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجات کا کفیل ہو جاتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

103: عيش الفقراء وحساب الأغنياء:

البخيل يعيش في الدنيا عيش الفقراء ويحاسب (يوم القيامة)حساب الأغنياء وقيل:البخيل هو الرجل الوحيد الذي يستبشر ورثته بمرضه وموته.

زندگی فقراء کی اور حساب اغنیاء کا:

بخیل دنیا میں فقراء کی طرح زندگی گزارتا ہے لیکن (قیامت کے دن) اسے حساب اغنیاء کی طرح دینا پڑے گا اور کہا گیا ہے کہ بخیل وہ واحد آدمی ہے جس کی بیماری اور موت پر ورثا خوش ہوتے ہیں۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۲۸)

تبصرہ:

قرآن و حدیث اور حکماء کی تعلیمات میں بخل کی مذمت اور سخاوت کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ بخل کے نتائج پر غور کیا جائے تو فطرت سلیمہ خود بخل سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ حدیث پاک کے مطابق بخل انسان کو خونخواری اور حرام خوری کی ترغیب دیتا ہے، بخل نے پہلوں کو تباہ و برباد کیا، اب بھی کر رہا ہے اور تا قیامت اس کا نتیجہ ہلاکت ہی ہو گا۔

فقراء کی دنیاوی زندگی سخت اور مشکل ہوتی ہے، لیکن ان کی آخرت بہت اچھی ہوگی، حساب آسان ہو گا اور جنت میں بلند درجات نصیب ہونگے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ اغنیاء کی چند روزہ دنیا کی زندگی تو آسان اور خوشحال ہوتی ہے لیکن ان کی آخرت مشکل ہوگی، حساب بہت سخت اور پیچیدہ ہو گا۔ بخیل کا المیہ یہ ہے کہ اس کی دنیا ہے نہ آخرت۔ دنیا میں سب کچھ ہوتے ہوئے کچھ نہ ہونے کا غم اور آخرت میں نا کردہ گناہوں کا حساب۔

گھر میں سربراہ بیمار ہو جائے تو اہل خانہ کو پریشانی ہوتی ہے، وہ اس کا علاج معالجہ کراتے ہیں اور اس کی زندگی بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ موت کی صورت میں تو جیتے جی ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ لیکن بخیل کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کی بیماری پر ورثاء پریشان نہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ اس کے مرنے کی دعائیں کرتے ہیں اور اس کی موت پر شادیٔ غم کا ساں ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہوتا

ہے کہ یہ سانپ خزانے کے دہانے سے اٹھے تو ہمیں کچھ کھانے کو ملے گا۔

104:قسوة القلب من أربعة أشياء:

يقال:قسوة القلب من أربعة أشياء:أولها : بطن ممتلي، والثاني:صحبته صاحب السوء ، والثالث:نسيان الذنب الماضي ، والرابع :طول الامل .

سنگدلی چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے:

کہا گیا ہے کہ سنگدلی چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے:

بھرا ہوا پیٹ

برے آدمی کی صحبت

گذشتہ گناہ کو بھول جانا

لمبی امیدیں باندھنا

(تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۲۵)

105:من زوج كريمته من فاسق:

قال عامر بن شراحيل الشعبي عليه الرحمة :(من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها)

جس نے اپنی بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کر دیا:

عامر بن شراحیل شعبی کہتے ہیں:(جس نے اپنی (شریف باکردار) بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کر دیا اس نے اس کے ساتھ قطع رحمی کی (رشتے کا حق ادا نہیں کیا) (حلیۃ الأولیاء جلد چہارم صفحہ ۳۲۸)

تبصرہ:

شریعت اسلامیہ نے والدین اور اولاد کے حقوق و فرائض واضح کر دیئے ہیں، والدین کے حقوق یہ ہیں کہ بچے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کا سہارا بنیں اور اولاد کے حقوق والدین پر یہ ہیں کہ وہ ان کے اچھے نام رکھیں، اسلامی اصولوں پر تربیت کا اہتمام کریں اور جب بالغ ہو جائیں تو مناسب جگہ ان کی شادی کر دیں، بچوں کی تربیت کا ہر مرحلہ بڑا اہم ہے لیکن شادی کے موقع پر والدین کو خصوصی احتیاط سے کام لینا چاہئے، بچوں کو اپنی پسند اور ناپسند کی بھینٹ چڑھانے کی بجائے ان کے جذبات واحساسات کو پیش نظر رکھیں، قرآن وحدیث نے بجا طور اولاد کو والدین کی رائے کے احترام کا درس دیا ہے لیکن والدین کو بھی پابند کیا ہے کہ وہ اولاد کے مستقبل کے فیصلے کرتے ہوئے ان کی رائے لیں اور اگر مناسب ہو تو اس پر عمل بھی کریں، بیٹیاں اکثر حالات میں والدین پر انحصار کرتی ہیں لہٰذا ان کی زندگی کے فیصلے کرتے ہوئے والدین ہر قدم خوب سوچ سمجھ کر اٹھائیں تا کہ ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے۔

106:ما وجدت للموت دواء :

روى أن جالينوس دفع الى أصحابه قرصين مثل البنادق وقال اجعلو أحدهما بعد مؤتي فوق الحديد الذى يعمل عليه الخدا دون والآخر في حب مملوء من الماء ثم اكثرو الحب ففعلوا كما اوصى فذاب الحديد في الأرض ولم يجدوا منه شيئا وانجمد الماءُ وقام بلا وعاء .

قال الحكماء (أراد بذالك انى وان قدرت على اذابة أصلب الاجساد واقامة الماء الذى من طبعه السيلان ما وجدت للموت دواء)ولذا قال بعضهم .

ألا يا أيها المغرور تب من غير تأخير فان الموت قد يأتي ولو صيرت قارونا بسل مات أوسطا ليس بقراط بافلاج وافلاطون ببرسام وجالينوس مبطونا

میں نے موت کی دوا نہیں پائی:

روایت ہے کہ جالینوس نے اپنے شاگردوں کو بندوق کی گولی کے برابر دو ٹکیاں دیں اور فرمایا:(میرے مرنے کے بعد ایک کو لوہے کی سان پر رکھ دینا اور دوسری پانی کے بھرے گھڑے میں ڈال کر گھڑا توڑ دینا)ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا تو لوہا پگھل کر زمین میں جذب ہو گیا اور پانی منجمد ہو کر پتھر بن گیا اور برتن کے بغیر ٹھہر گیا۔

حکماء فرماتے ہیں: (جالینوس کا اس سے مطلب یہ تھا کہ میرے پاس ایسی دوائیں ہیں جن سے لوہا جیسی سخت چیز پگھل جاتی ہے اور پانی جس کی طبع میں رقت اور سیلان ہے منجمد ہو جاتا ہے لیکن (حکمت اور طب میں اس کمال کے باوجود) میں موت کی دوا نہیں پا سکا) اور ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا ہے۔

اے فریب خوردہ انسان جلد گناہوں سے توبہ کر لے، کیونکہ موت ضرور آئے گی اگرچہ تو قارون جیسا مالدار بن جائے۔ ارسطو سل سے، بقراط فالج سے، افلاطون برسام سے اور جالینوس اسہال سے مرا تھا (یعنی ان کی حکمت و دانش انہیں موت سے نہیں بچا سکی)

(روح البیان جلد اول صفحہ ۱۴۹)

107: الانکسار:

انکسار العاصين أحب من صولة المطيعين

عاجزی:

گناہ گاروں کی عاجزی، فرمانبرداروں کے دبدبے سے بہتر ہے۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۶۷)

تبصرہ:

یعنی گناہ اگر انسان میں ندامت اور عاجزی پیدا کرتے ہیں تو وہ اس نیک عمل سے بہتر ہے جو انسان میں غرور پیدا کرے۔ گناہ ہر صورت میں حرام اور سخت ناپسندیدہ ہے۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ وہ نیک عمل جس میں غرور، تکبر اور دکھاوا آجائے وہ نیکی نہیں بلکہ عام گناہ سے بھی شدید حرام ہے۔

108: بركة بسم الله:

روى أن فرعون قبل دعوى الألوهية أمر أن يكتب على باب داره بسم الله فلما لم يومن بموسىٰ قال: (الهي اني ادعوه ولا ارى فيه خيرا) قال: (لعلك تريد اهلاكه، انت تنظر الىٰ كفره وانا الى ما كتبه على بابه) فاذا كان حال من كتبه على داره هكذا فكيف حال من كتبه علىٰ باب قلبه بل علىٰ سويداء قلبه ستين سنة، فهو اولىٰ بالرحمة.

بسم اللہ شریف کی برکت:

روایت ہے کہ فرعون نے الوہیت کے دعویٰ سے پہلے حکم دیا تھا کہ اس کے دروازے پر بسم اللہ شریف لکھی جائے۔ پھر جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا (تو انہوں نے اس پر عذاب کے لئے اللہ سے دعا کی لیکن اس سے کچھ نہ ہوا) تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: (یا اللہ میں اس کے خلاف دعا کر رہا ہوں لیکن تو توجہ ہی نہیں فرما رہا) اللہ نے ارشاد فرمایا: (شاید آپ کا خیال ہے کہ میں اسے ہلاک کر دوں (لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ) آپ تو اس کے کفر کو دیکھ رہے ہیں لیکن میں ان کلمات کو دیکھ رہا ہوں جو اس کے مکان کے دروازے پر لکھے ہوئے ہیں) جس کے گھر کے دروازے پر یہ کلمات لکھے ہوئے ہوں، جب اس کا یہ حال ہے تو جس کے دل کے دروازے پر یہ کلمات لکھے ہوئے ہوں بلکہ ساٹھ سال تک اس کے دل میں رہے ہوں، اس کا کیا حال ہوگا؟ یقیناً وہ اس سے کہیں زیادہ رحمتوں کا حقدار ہوگا۔

(روح البیان جلد اول صفحہ ۱۴۹)

109: المتصوفة المبتدعة:

من فرق المتصوفة المبتدعة قوم يسمون بالا لهامية يتركون طلب العلم والدرس ويقولون القرآن حجاب والأشعار قرآن الطريقة فيتركون القرآن ويتعلمون الأشعار فهلكوا بذالك.

مبتدع جاہل صوفیاء:

مبتدع جاہل صوفیاء کا ایک گروہ ہے جو الہامیہ کہلاتا ہے وہ طلب علم اور درس و تدریس کو چھوڑ چکے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ قرآن اور علم بہت بڑا حجاب ہیں۔ وہ بکتے ہیں کہ طریقت کا قرآن بزرگوں کے اشعار ہیں، اسی لئے قرآن کو چھوڑ کر اشعار پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے ہیں۔ خود بھی برباد ہوئے ہیں (اور اپنے معتقدین کو بھی برباد کریں گے) (روح البیان جلد پنجم صفحہ ۲۳۸)

تبصرہ:

ہمارے دور میں تو تصوف کے جھوٹے مدعیوں اور جاہل پیری مریدی کرنے والوں نے مافیا کی صورت اختیار کر لی ہے، وہ عربی علوم اور قرآنی تعلیم سے خود بھی جاہل ہیں اور اپنے متعلقین و مریدین کو بھی علمائے اسلام سے منحرف کرتے ہیں، بلکہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور شریعت مصطفےٰ ﷺ کی تدریس تبلیغ کو ملوئیت کا نام دیتے ہیں۔ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے بڑی بے باکی کے ساتھ ان کذابوں کا تعاقب کیا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ بڑی بے دردی سے ان کا اپریشن کیا ہے تو زیادہ مناسب رہے گا۔ شیخ آج کے حالات کو ملاحظہ فرماتے تو معلوم نہیں ان کے احساسات کیا ہوتے۔

بعض لوگ ان جاہلوں کا سہارا لے کر خانقاہی نظام پر برس پڑتے ہیں اور اپنے اندر کا گند نکالتے ہیں، یہ بھی ایک مرض ہے۔ اللہ اس سے بھی محفوظ فرمائے۔ خانقاہی نظام کی افادیت مسلمہ تاریخی حقیقت ہے، شبانی سے کلیمی تک کا کٹھن راستہ طے کرنے کے لیے کسی شعیب کی ضرورت کل بھی تھی، آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:۔

گر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

شعر میں حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام استعارۃً ذکر ہوئے ہیں۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر کوئی کامل اور مخلص راہنما اور مربی میسر آجائے تو اقوام اور افراد بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

110۔ لا تنفع النصیحة الا اذا کانت خالصة من المطامع :

روی عن بعض المشائخ انه کان له سنور وکان یأخذ من قصاب في جواره شیئا من الغدد لسوره فرأی یوماً علی القصاب منکرا فدخل الدار فأخرج السنور أولا ثم جاء واحتسب علی القصاب . فقال له القصاب لا أعطیک بعد الیوم لسورک شیئا . فقال ما احتسب علیک الا بعد اخراج السنور وقطع الطمع منک .

نصیحت تب فائدہ دیتی ہے جب وہ طمع اور لالچ کی گندگی سے پاک ہو:

روایت ہے کہ کسی بزرگ نے ایک بلی پال رکھی تھی۔ وہ اپنے ہمسائے قصاب سے اس کے لئے چھیچھڑے مفت لیا کرتے تھے، ایک دن اس قصاب میں کوئی شرعی کمزوری دیکھی تو پہلے گھر گئے اور بلی کو گھر سے نکالا پھر قصاب کے پاس جا کر اسے نصیحت کی۔ قصاب نے کہا (آپ نے میری بے عزتی کی ہے لہٰذا) آئندہ میں آپ کو بلی کے لئے کچھ نہیں دوں گا، اس بزرگ نے کہا، میں نے پہلے بلی کو گھر سے نکالا ہے پھر تمہیں نصیحت کی ہے تاکہ مجھے تم سے کسی قسم کا طمع نہ رہے اور میں آزادی سے تمہیں نصیحت کرسکوں۔ (روح البیان جلد چہارم صفحہ ۱۴۶)

تبصرہ:

علماء کو چاہئے کہ وہ طمع اور دنیاوی لالچ سے بے نیاز ہو کر دین کی خدمت کریں، طمع علماء کے وقار اور علم کے اعتبار کو دیمک کی طرح چاٹ لیتا ہے، جس سے آپ کی کوئی امید وابستہ ہوگی آپ اس کے سامنے حق نہیں کہہ سکیں گے اور اگر آپ نے جرأت کر کے حق کہہ دیا تو وہ آپ کی بات کو کوئی وزن نہیں دے گا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو

111۔ الفقیر محسن الغني:

یقال: الفقیر طبیب الغني ، وقصاره ، ورسوله ، وحارسه ، وشفیعه .

وانما هو طبیبه ، لان الغني اذا مرض یتصدق علی الفقراء ، فیبرأ من مرضه .

وانما هو قصاره .لان اذا تصدق علیه ، یدعوله الفقیر .فیطهر الغني من ذنوبه ، ویطهر ماله .

وانما قیل هو رسوله ، لان الغني اذا تصدق عن والدیه أو عن أحد من أقربائه ، فیصل ذالک الیٰ الموتی ، فصار الفقیر رسوله الیٰ الموتی . قال ابراهیم النخعي علیه الرحمة : (السائل یرید الآخرة یجي الیٰ باب أحدکم فیقول أتبعثون الیٰ أهلیکم بشئی)

وانما هو حارسه وشفیعه ، لأن الغني اذا تصدق ، فدعا له الفقیر وشفع له ، تحصن مال الغني بدعاء الفقیر ، ویدخل الجنة بشافعة.

فقیر مالدار کا محسن ہے:

کہا جاتا ہے کہ فقیر مالدار آدمی کا ڈاکٹر، دھوبی، قاصد، محافظ اور سفارشی ہے۔

ڈاکٹر تو اس طرح کہ جب غنی بیمار ہوتا ہے تو فقراء پر صدقہ کرتا ہے اور (اس وسیلہ سے) اس کا مرض دور ہو جاتا ہے (گویا فقیر غنی کی شفاء کا ذریعہ یعنی ڈاکٹر بنا)۔

اور دھوبی اس طرح کہ جب غنی فقیر پر صدقہ کرتا ہے اور فقیر اس کے لئے دعا کرتا ہے تو غنی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے (یعنی فقیر غنی اور اس کے مال کو دھو دیتا ہے)۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ فقیر، مالدار آدمی کا قاصد ہے تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) مالدار اپنے والدین اور اعزا، واقربا، (کو ایصال ثواب) کے لیے (فقراء پر) صدقہ کرتا ہے اور اس صدقہ کا ثواب مرحومین کو پہنچتا ہے۔ اس طرح فقیر مرحومین کی طرف غنی کا قاصد بن گیا۔ حضرت ابراہیم نخعی نے کہا: (سائل تو ہماری آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، وہ (ہمارے) دروازوں پر آ کر کہتا ہے، کیا تم اپنے مرحومین کے لئے کچھ بھیجنا چاہتے ہو؟)

رہا معاملہ محافظ اور سفارشی ہونے کا تو جب غنی آدمی صدقہ کرتا ہے، فقیر اس کے لئے دعا کرتا ہے اور اس کی شفاعت کرتا ہے، فقیر کی دعا سے غنی کا مال محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی سفارش سے وہ خود جنت میں داخل ہو جاتا ہے (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۳۳)

تبصرہ:

احادیث میں فقراء کے بہت زیادہ فضائل وارد ہوئے ہیں۔ فقر کی عظمت پر سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فقر سے نوازا اور نبی کریم ﷺ نے خود اپنے لیے اور اپنی امت کے لئے فقر پسند فرمایا۔ اگر مالداری میں فضیلت ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو مال دے کر بھیجتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہوں گے اور یہ ان کی بادشاہت اور مالداری کی وجہ سے ہوگا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر جنت میں حضرت عبدالرحمن بن عوف داخل ہوں گے اور یہ ان کی مالداری کی وجہ سے ہوگا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف ان دس خوش نصیب اصحاب رسول میں سے ہیں جنہیں آپ نے جنت کی بشارت دی۔ جب نبی اور صحابی اپنے مال حلال اور بے انتہاء سخاوت کے باوجود فقراء اغنیاء اور صحابہ سے آگے نہ بڑھ سکے تو آج امرا اپنے حرام مال اور بخل کے ساتھ فقراء سے افضل کیسے ہو گئے؟

112۔عقاب واقح أنبياء الله:

قد صح ان البغال كانت أسرع الدواب في نقل الحطب لنار ابراهيم ولذالک دعا عليه فقطع الله نسلها وان الوزغ كان ينفخ في ناره ولذا ورد (من قتل وزغة في اول ضربة كتبت له مائة حسنة)

روى ان يوسف عليه السلام لما ألقى في الجب، ان هوام البئر قال بعضها لبعض لا تخرجن من مناكنكم فان نبيا من الأنبياء نزل بساحتكن فانجحرن الا الأفعى فانها قصدت يوسف فصاح بها جبريل فصمت وبقى الصمم فى نسلها.

انبیاء کے گستاخ کی سزا:

مروی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کی جارہی تھیں تو خچر سب میں پیش پیش تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے (سزا کے طور پر) اس کی نسل منقطع کر دی۔ یہ بھی مروی ہے کہ گرگٹ آپ کی آگ کو تیز کرنے کے لئے پھونک مارتا تھا۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو گرگٹ کو ایک ہی وار میں قتل کر دیتا ہے اسے ایک سو نیکیاں ملتی ہیں۔ (ثابت ہوا کہ گستاخ رسول کو مارنا ثواب کا کام ہے)

مروی ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو کنویں کے موذی حشرات الارض (سانپ اور بچھو) نے باہم مشورہ کیا کہ آج اپنی بلوں سے نہ نکلنا کیونکہ اللہ کے ایک نبی ہمارے ہاں مہمان ہوئے ہیں (وہ ہماری وجہ سے خوفزدہ نہ ہوں) لہٰذا سارے حشرات الارض بلوں میں داخل ہو گئے سوائے افعی (ایک بہت بڑا سانپ) کے، اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام (کو ڈسنے) کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسا دھڑکا لگایا کہ قیامت تک افعی اژدھا کی تمام نسل بہری ہو گئی۔ (روح البیان جلد چہارم صفحہ ۲۲۴۔۱۲۷)

تبصرہ:

مندرجہ بالا اوراس طرح کی دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ موذی جانور اور حشرات الارض بھی انبیاء کا ادب واحترام کرتے ہیں، لیکن اس زمین پر ایک مخلوق ایسی بھی ہے جو انسان بلکہ مسلمان کہلانے پر بضد ہے لیکن انبیاء کے ادب سے محروم ہے، انبیاء کی عیب جوئی ان کا پسندیدہ مشغلہ اور ان کے خداداد اختیارات وکمالات کا انکار ان کے نزدیک علمی معراج ہے۔ امام عاشقاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

ذکر روکے ، فضل کاٹے ، نقص کا جو یاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

113:علامات المدعين :

ان المدعين يبيعون دينهم بالدنيا ويدعون مع الله رتبة طلبا للرياسة واستجلاب حظوظ النفس بطريق التزهد والشيخوخة ، وهم ملعونون على ألسنة الأولياء الذين هم شهداء الله فى الأرض لأنهم نزلوا أنفسهم منزلة السادة الكبراء فظلموا واستحقوا اللعنة .

وفی المثنوی:

تو ملاف از مشک کاں بوی پیاز
از دم تو میکند مکشوف راز
کا شکر خوردم ہمی گوئی و بوی
مز نداز سیر کہ یا وہ مگوی

ومن أوصاف المدعين انهم بادعائهم الشيخوخة يقطعون سبيل الله على طالبيه بالدعوة الىٰ أنفسهم ويمنعونهم ان يتمسكوا بذيل ارادة صاحب ولاية يهديهم الى الحق وهم بالآخرة هم كافرون علىٰ الحقيقة لأن من يومن بالآخرة ولقاء الله والحساب والجزاء على الأعمال لا يجرى مع الله بمثل هذه المعاملات ولهم عذاب الضلال عن سبيل الله بطلب الدنيا والقدرة فيها وعذاب اضلال أهل الأرادة عن طريق الحق باستتباعهم وهم مؤاخذون بخسرانهم وخسران اتباعهم وبحسبان انهم يحسنون صنعا فهم الأخسرون .

ترسم نہ رسی بکعبہ ای اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بتر کستا نست

جاہل اور جھوٹے صوفیاء کی علامات:

جھوٹے اور غلط کار صوفیاء(کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ) دین کو دنیا کے بدلے بیچتے ہیں اور بڑی بے باکی سے خدا رسیدہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، زہد وتقویٰ کو وہ بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں اور ان کا اصل مقصد جاہ ومنصب کا حصول، زراندوزی اور خواہشات نفس کی تسکین ہوتا ہے، ایسے لوگ اولیاء اللہ کے نزدیک لعنتی ہیں اور اولیاء اللہ ہی زمین پر اللہ کے حقیقی شاہد ہیں (جس کے حق میں گواہی دیں گے وہ کامیاب اور جس کے خلاف گواہی دیں گے وہ ناکام ہوگا) یہ لوگ لعنتی اس لیے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو بڑے برگزیدہ اور خدا رسیدہ بندوں کا ہمسر ظاہر کیا اور یہ بہت بڑا ظلم ہے لہٰذا وہ لعنت کے مستحق ٹھہرے۔

مثنوی شریف میں ہے:

پیاز کی بدبو کو عطر اور مشک مت کہہ، کیونکہ تیری بدبو خود تیرا راز فاش کردے گی اور لہسن کھا کر یہ نہ کہنا کہ میں نے شکر کھائی ہے کیونکہ لہسن کی بدبو تیرا دعویٰ غلط ثابت کردے گی۔

اور ان کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ بزرگی کے جھوٹے دعوے کر کے راہِ سلوک سے مسافروں کو اپنی طرف بلاتے ہیں اور انہیں صراط مستقیم سے دور کردیتے ہیں اور ایسے کاملین سے بھی محروم کردیتے ہیں جو انہیں راہِ ہدایت دکھا سکتے تھے (اور اگر ایسے لوگوں کے بارے میں کہا جائے کہ)(وهم بالآخرة هم كافرون)اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ (ھود:۱۹) تو یہ حقیقت ہوگی۔ کیونکہ جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اسے اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور اعمال کی جزاء وسزا کا یقین ہے وہ اس طرح کے بے ہودہ کام نہیں کرتا (انہیں دو طرح کا عذاب ہوگا) ایک تو دنیا کے لالچ میں آکر خود راہِ حق سے بھٹکنے کا اور دوسرا اس گمراہی میں دوسروں کی پیشوائی کا۔ اپنا اور اپنے متبعین کا بوجھ بھی اٹھائیں گے

اور اس بات کا بھی کہ وہ اس گمراہی کو نیکی سمجھتے تھے،
اس طرح وہ بہت گھاٹے میں رہیں گے، شیخ سعدی نے کہا ہے۔
اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تم کعبہ تک نہیں پہنچ سکو گے کیونکہ جس راہ پر تم چل رہے ہو یہ ترکستان کو جاتا ہے۔ (روح البیان جلد چہارم صفحہ ۱۱۳)

تبصرہ:

تبصرہ میں علامہ اقبال کے چند اشعار پیش خدمت ہیں لیکن یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ اشعار ایسے ہی دھوکہ باز اور فریب خوردہ مدعیوں کے بارے میں کہے گئے ہیں، حقیقی اولیاء اور مشائخ سے ان اشعار کا کوئی تعلق نہیں، علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں بزرگان دین کے ساتھ بڑی نیاز مندی کا اظہار کیا ہے۔ خود ان اشعار میں علامہ اقبال نے عقابوں اور زاغوں کے استعارے استعمال کئے ہیں، عقابوں سے مراد حقیقی اولیاء و مشائخ اور زاغوں سے مراد جھوٹے مدعی ہیں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانند بتاں پوجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں ! سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

114۔الندامة أربع:

الندامة أربع: ندامة يوم ، وهي ان يخرج الرجل من منزله قبل أن يتغدى ، وندامة سنة: وهي ترك الزراعة في وقتها ، وندامة عمر: وهو أن يتزوج امرأة غير موافقة ، وندامة الأبد: وهو أن يترك أمر الله .

ندامت چار قسم کی ہے:

ندامت چار قسم کی ہے:
☆ ایک دن کی ندامت اور وہ یہ کہ آدمی کھائے پئے بغیر گھر سے نکل پڑے۔
☆ سال بھر کی ندامت اور وہ یہ کہ آدمی بروقت (موسم میں) کھیتی کاشت نہ کرے۔
☆ عمر بھر کی ندامت اور وہ یہ کہ آدمی ناموافق عورت سے شادی کر لے۔
☆ ابدی ندامت اور وہ یہ کہ آدمی احکام الٰہی کو ترک کر دے (اور ان پر عمل نہ کرے)۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۱۸۹)

115۔حصون الایمان :

ألایمان فی خمسة من الحصون : اولها الیقین ثم الاخلاص ثم أداء الفرائض ثم اتمام السنن ثم حفظ الأداب ، فما دام یحفظ الأدب ویتعا هده فان الشیطان لا یطمع فیه فاذا ترک الأدب طمع فی السنن ثم فی الفرائض ثم فی الاخلاص ثم فی الیقین وینبغی أن یحفظ الأدب فی جمیع اموره من أمر الوضوء والصلاة والبیع والشراء والصحبة وغیر ذالک .

ایمان کے قلعے:

ایمان پانچ قلعوں میں (محفوظ) ہے:
☆ یقین ☆ اخلاص ☆ فرائض کی ادائیگی ☆ سنن کی تکمیل ☆ مستحبات کی حفاظت

آدمی جب تک مستحبات کی حفاظت اور پابندی کرتا ہے شیطان اس سے دور رہتا ہے۔ جب مستحبات چھوڑتا ہے تو شیطان سنن پر حملہ کرتا ہے پھر فرائض پر، اس کے بعد اخلاص میں خلل ڈالتا ہے اور آخر کار یقین کی دولت بھی چھین لیتا ہے۔ لہٰذا بندہ مومن کو وضو، نماز، خرید و فروخت اور دوستی و رفاقت وغیرہ میں آداب کی حفاظت کرنی چاہئے۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۲۰۳)

116:مصاحبة الکذاب:

واجتنب مصاحبة الکذاب فانه مثل السراب یلمع ولا ینفع۔

جھوٹے کی دوستی:

جھوٹے کی دوستی سے بچو کیونکہ وہ سراب (دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں پانی کی طرح نظر آنے والی ریگستانی ریت) کی طرح ہے جو چمکتا ہے لیکن نفع نہیں دیتا۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۳۴)

تبصرہ:

نیچاں دی آشنائی کو لوں فیض کسے نہیں پایا
ککر تے انگور چڑھا کے ہر گچھا زخمایا

(میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

117:علموا نسائکم سورۃ نور:

عن عائشة رضی الله عنها قال رسول اللهﷺ:(لا تنزلو هن (النساء)فی الغرف وعلمو هن سورة النور).

کتب عمر رضی الله تعالیٰ عنه الی الکوفة : (علموا نسائکم سورة النور)

اپنی عورتوں کو سورت نور پڑھاؤ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: (عورتوں کو بالا خانوں پر نہ جانے دو اور انہیں سورت نور پڑھاؤ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا: (اپنی عورتوں کو سورت نور پڑھاؤ)۔ (روح البیان جلد ششم صفحہ ۱۱۳)

تبصرہ:

سورت نور میں جو نصائح بیان ہوئے ہیں وہ اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان انہیں حرز جاں بنائے اور لحہ بھر کے لئے ان سے غافل نہ ہو ورنہ دین و دنیا کی تباہی، معاشرے میں لاقانونیت وحیوانیت پھیلنے اور قوانین قدرت ٹوٹنے کے خدشات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن عورت کے ساتھ اس سورت کا خاص تعلق ہے کیونکہ اس میں عفت و پاکدامنی اور پردہ وحجاب کے مسائل بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، اس سورت کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریمﷺ اور سیدنا عمر فاروقؓ نے حکم دیا کہ یہ عورتوں کو پڑھائی جائے۔ نبی کریمﷺ عورتوں کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، ان کے لئے الگ پروگرام ہوتے جن میں ان سے متعلقہ مسائل بیان ہوتے، علاوہ ازیں ضرورت پڑنے پر صحابیات نبی کریمﷺ سے براہ راست اور کبھی ازواج مطہرات کے واسطہ سے مسائل دریافت کرتی تھیں۔ ہمارے دور میں عورت کی اسلامی تعلیم وتربیت سے بہت غفلت برتی جا رہی ہے خواتین کے لیے دینی تعلیم کا کوئی معیاری سسٹم نہیں ہے اور نہ ہی مسائل پوچھنے کے مواقع میسر ہیں اور کہیں تعلیم نسواں کی تحریک چل رہی ہے تو وہاں سورت نور کا نام سنائی نہیں دیتا۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق ومحبت کے لئے علم وہنر موت

118:لا تغتر بالمال:

لا تغتر بالمال وان کثر فالآفات کثیرة، وربما یکون فی کثرته هلاککک.

مال (کی کثرت) سے دھوکہ نہ کھاؤ:

مال کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ مال زیادہ ہوگا تو آفات بھی زیادہ ہوں گی، مال کی کثرت اکثر ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۴۸)

تبصرہ:

افلاس ودولت دونوں سے ہوتا ہے دنیا میں ضرر

اس سانپ کے ہیں دو دہن ایک اس طرف ایک اُس طرف

119۔المحروم من الخیر کله :

قال بعض الحکماء:(أربع من کن فیه فهو محروم من الخیر کله ، المستطاول علیٰ من تحته، والعاق لوالدیه ، ومن یحقر الفقیر ، ومن یعیر المساکین لمسکنتهم)

بھلائی سے کلی طور پر محروم:

حکماء نے کہا ہے:(جس آدمی میں چار چیزیں پائی جائیں وہ ہر طرح کی بھلائی سے محروم ہوتا ہے۔☆ ماتحتوں پر ظلم کرتا ہو☆ والدین کی نافرمانی کرتا ہو☆ فقیر کو حقیر سمجھتا ہو☆ مساکین کو ان کی غربت پر عار دلاتا ہو۔) (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۲۴)

120:ما ترک کتابکم ولا نبیکم لجالینوس طبا :

یروی ان هارون الرشید کان له طبیب نصرانی حاذق فقال لعلی بن حسین بن واقد : (لیس فی کتابکم من علم الطب شئی والعلم علمان علم الأدیان وعلم الأبدان)فقال له (ان الله قد جمع الطب کله فی نصف آیة من کتابنا)فقال :(وما هی؟)قال (قوله تعالیٰ (کلو واشربوا ولا تسرفوا)(الأعراف : ۳۱)فقال النصرانی:(وهل یؤثر عن رسولکم شی من الطب)قال:(نعم ، جمع رسولنا الطب فی الفاظ یسیرة)قال:(وما هی؟)قال:(قوله (المعدة بیت الداء والحمیة رأس کل دواءٍ وعود واکل جسم ما اعتاد)فقال النصرانی :(ما ترک کتابکم ولا نبیکم لجالینوس طبا)

تمہاری کتاب اور تمہارے نبی ﷺ نے جالینوس کے لئے طب کا کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا:

ہارون الرشید کا ایک ماہر نصرانی طبیب تھا۔اس نے ایک مرتبہ حضرت علی بن حسین بن واقد علیہ الرحمۃ سے کہا:تمہاری کتاب (قرآن) میں علم طب کا کوئی معمولی سا مسئلہ بھی بیان نہیں ہوا، حالانکہ علم صرف دو ہیں۔☆ علم الادیان (مذہبی علوم) ☆ اور علم الابدان (میڈیکل سائنس) آپ نے فرمایا کہ اللہ نے طب کے تمام مسائل صرف آدھی آیت میں بیان کر دیئے ہیں۔اس نے کہا:کون سی آیت؟ آپ نے فرمایا اللہ کا یہ ارشاد گرامی " کھاؤ، پیو اور بے جا خرچ نہ کرو"نصرانی نے کہا:کیا تمہارے نبی کو بھی طب سے کوئی واقفیت تھی؟ آپ نے فرمایا:ہاں، ہمارے نبی کریم ﷺ نے مختصر الفاظ میں طب کے تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں اور وہ آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں۔☆ معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔☆ پرہیز سب سے بڑی دوا ہے☆ جسم کو عادت پر چلاؤ۔نصرانی طبیب نے کہا:تمہاری کتاب (قرآن)اور تمہارے نبی نے جالینوس کی طب کا کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا۔(روح البیان جلد ثالث صفحہ ۱۵۵)

تبصرہ:

کھانا پینا ہر جاندار کی فطرت ہے،لہٰذا اسلام نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی البتہ ہر معاملہ کی طرح خورد ونوش میں بھی اعتدال کی تعلیم دی ہے،جس کی رعایت خود انسان کے لئے بہت نافع اور مفید ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور مشاہد ہے کہ زیادہ کھانے سے انسان خطرناک اور موذی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو بعض دفعہ زندگی کے لئے بھی خطرہ بن جاتی ہیں، جبکہ جدید وقدیم ماہرین طب اس بات پر متفق ہیں کہ کم کھانے سے بدن کو راحت وعافیت اور صحت وتندرستی ملتی ہے۔امام غزالی علیہ الرحمۃ کا کہنا ہے کہ کم کھانا اور بھوکا رہنا تمام انبیاء کی سنت ہے،انہوں نے اسے نہ صرف اپنے لئے پسند فرمایا بلکہ اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔امام غزالی مزید کہتے ہیں کہ کم کھانا صرف جسم ہی نہیں بلکہ روح کی دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیتا ہے کیونکہ انسان کا پیٹ ہی جملہ شہوتوں کا سرچشمہ ہے۔لالچ ،حرام خوری،حق سے اعراض ،فرائض کی ادائیگی میں سستی اور دیگر جتنی بھی روحانی اور اخلاقی بیماریاں ہیں،ان تمام کے علاج کے لئے کم کھانا اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کم کھانے والوں اور کائنات میں غور وفکر کرنے والوں کو بلند مرتبے عطا ہوں گے جبکہ زیادہ کھانے پینے اور زیادہ سونے والے ناپسندیدہ مخلوق ہوں گے۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دیدار الٰہی کا خواہش مند ہے تو وہ کم کھایا کرے اور فاخرہ لباس سے پرہیز کرے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کم کھانے کی وجہ سے آج تک کسی کو مرتے نہیں دیکھا البتہ زیادہ کھانے کی وجہ سے بہتوں کو مرتے دیکھا ہے۔شیخ سعدی نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ شاہان عجم میں سے کسی نے ایک ماہر طبیب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔وہ طبیب کئی سال بارگاہِ اقدس میں رہا لیکن کوئی شخص علاج کے لئے نہیں آیا،ایک دن اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرا یہاں رہنے کا

کوئی مقصد نہیں کیونکہ یہاں تو کوئی بیماری ہی نہیں ہوتا۔ طبیب جسم وروح ﷺ نے فرمایا: (میرے غلاموں کا طریقہ یہ ہے کہ جب تک انہیں بھوک نہ لگے کھاتے نہیں اور ابھی تھوڑی بھوک رہتی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں)۔

حکیم کا جواب شیخ سعدی کے الفاظ میں:

''حکیم گفت ہمیں است موجب تندرستی، زمین خدمت بوسید ورفت۔'' حکیم نے کہا ان کی تندرستی کا یہی راز ہے۔ اس نے خدمت کی زمین چومی اور چلا گیا۔

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ذاتی عمل ان اشعار میں ملاحظہ فرمائیں۔

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا
ہیں دوسروں کے واسطے سیم وزر وگہر
اپنا یہ حال کہ ہے چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کا تاج روند نے کو پاؤں کے تلے
اور گھر میں ہے بوریا کھجور کا بچھا ہوا

121۔ قول ابن مسعود ﷺ:

قال ابن مسعود ﷺ (ارض بما قسم الله لک تکن من أغنى الناس واجتنب ما حرم الله علیک تکن من أورع الناس وأد ما افترض الله علیک تکن من أعبد الناس)

ابن مسعود ﷺ کا قول:

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ تو سب سے بڑے غنی ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر جو حرام کیا ہے اس سے بچو تو سب سے بڑے پرہیز گار بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر جو چیزیں فرض کی ہیں ان کو ادا کرو تو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے) (ارشاد العباد صفحہ ۳۵)

تبصرہ:

ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ غنی، متقی اور عابد وزاہد بن جائے اور اس کے لئے اپنی سوچ کے مطابق الٹے سیدھے راستے بھی اپناتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے اپنے اس فرمان میں ہمیں نزدیک ترین، خطرات سے پاک اور یقینی طور پر منزل مقصود تک پہنچانے والا راستہ بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں جو رزق لکھ دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، یہی غنا کا راستہ ہے۔ مال ودولت کے انبار تجھے غنی نہیں کر سکتے، غنا کا منبع دل ہے اور دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''تونگری بدل است نہ بمال'' غنا اور امارت کا تعلق دل سے ہے مال سے نہیں۔ کچھ لوگوں کے پاس کروڑوں ڈالرز اور پاؤنڈ ہوتے ہیں لیکن وہ پھر بھی فقیر ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دل بھوکے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے وہ بندے بھی ہیں جن کے ہاتھ خالی ہوتے ہیں لیکن انہیں کوئی فکر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ہمارا بینک اکاؤنٹ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

امارت اور غربت کیا ہے؟ امارت اور غربت دولت میں کمی یا زیادتی نہیں بلکہ خواہشات اور وسائل میں عدم توازن کا نام ہے۔ مثلاً الف کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے اور اس کی خواہشات پچاس ہزار کی ہیں تو وہ امیر ہے۔ جبکہ ب کے پاس کروڑ روپیہ ہے لیکن اس کی خواہشات دو کروڑ کی ہیں تو وہ غریب ہے۔

اگر متقی بننا چاہتے ہو تو حرام چیزوں سے بچو۔ عام خیال یہ ہے کہ تسبیح وتہلیل اور اوراد وظائف پڑھنے کا نام تقویٰ ہے۔ ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی اصل حرام سے بچنا ہے جو شخص حرام سے نہیں بچتا وہ کچھ بھی ہو، متقی نہیں کہلا سکتا۔

اگر سب سے بڑا عابد بننے کا شوق ہے تو فرائض کو پوری دیانتداری اور پابندی کے ساتھ ادا کرو۔ اکثر لوگ فرائض سے زیادہ نوافل کو اہمیت دیتے ہیں، زکوٰۃ نہیں دیں گے لیکن نفلی صدقات وخیرات میں بڑا جوش دکھائیں گے، عمرہ ہر سال کریں گے لیکن رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی میں بخل کریں گے۔ یہ اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، اسلامی ترجیحات کی ترتیب یہ ہے: سب

سے پہلے فرض پھر واجب پھر سنت مؤکدہ اس کے بعد سنت غیر مؤکدہ اور سب سے آخر میں مستحب ،بعض لوگ مستحب بلکہ فضول قسم کی مباحات کوفرائض پر ترجیح دیتے ہیں ،یہ بہت بڑی جہالت اوراللہ تعالیٰ کےاحکام سے بغاوت ہے۔

122۔النفاق علیٰ نفاق:

قال عمر بن الخطاب ﷺ :(من أظهر للناس خشوعاً فوق ما في قلبه ، فانما أظهر نفاقاً علیٰ نفاق)

منافقت درمنافقت:

سیدنا عمر ﷺ نے ارشادفرمایا:(جس نے لوگوں کے سامنے خشوع وخضوع کا اس سے زیادہ اظہار کیا جتنا کہ اس کے دل میں ہے تو اس نے منافقت درمنافقت کی) (محاضرۃ الأ برار جلداول صفحہ۱۰۷)

123:لمن الجنان عفو عن الانسان:

عن أنس ﷺ قال :(بينما رسول الله ﷺ جالس اذ رأيناه يضحک حتیٰ بدت ثنا ياه . فقال عمر ﷺ:ما اضحكک يا رسول الله بأبي أنت وأمي ؟قال رجلان من أمتي جثنا بين يدی رب العالمين فقال أحدهما :يا رب خذلي مظلمتي من أخي . فقال:أعط أخاک مظلمته . فقال يا رب لم يبق لي من حسناتي شئي . قال :يا رب ! فليحمل عني من أوزاری . وفاضت عينا رسول الله ﷺ بالبكاءِ . ثم قال : "ان ذالک ليوم عظيم . يحتاج الناس فيه أن يحمل أوزارهم ."

قال :فقال الله :للطالب :ارفع رأسک فانظر الیٰ الجنان ، فرفع رأسه فقال :يا رب أرى مدائن من فضة ، وقصورا من ذهب ، مكللة باللولو ، لأی نبي هذا ؟لأی شهيد هذا؟قال :هذا لمن أعطا ني ثمنه . قال :يا رب ومن يملک ذالک ؟قال :أنت تملكه قال :بما ذا يا رب : بعفوک عن أخيک . قال :يا رب قد عفوت عنه . قال الله تعالیٰ :خذ بيد اخيک ، وأدخله الجنة . ثم قال رسول الله ﷺ عند ذالک : (فاتقو الله وأصلحوا ذات بينكم)فان الله تعالیٰ يصلح بين المؤمنين يوم القيامة)

جنت کی قیمت انسان کومعاف کرنا ہے:

حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں:(نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اس دوران ہم نے دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہوگئے ،سیدنا عمر ﷺ نے پوچھا:یارسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ،آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:میرے دو امتی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ،ان میں سے ایک عرض کرے گا:الٰہی!میرے بھائی نے مجھ سے ظلماً میرا حق چھینا تھا،وہ مجھے لے کر دو،اللہ تعالیٰ دوسرے کوارشادفرمائے گا،اپنے بھائی کواس کا حق دو۔وہ عرض کرے گا:الٰہی میرے پاس تو کوئی نیکی بچی ہی نہیں۔ پہلا عرض کرے گا:الٰہی!پھر میرے گناہ ہی اس پر ڈال دیئے جائیں۔ یہاں نبی کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے اور آپ ﷺ رو پڑے اورارشادفرمایا:(وہ بڑا ہولناک دن ہوگا،لوگوں کواس دن کسی بوجھ اٹھانے والے کی ضرورت ہوگی)۔

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ مدعی سے ارشادفرمائیں گے.سراٹھاؤ اور جنت کو دیکھو،وہ سراٹھائے گا اور کہے گا:الٰہی!میں دیکھ رہا ہوں چاندی کے شہر ہیں جن میں سونے کے محل بنے ہیں جولعل وجواہر سے مرصع ہیں۔ یہ کسی نبی کے لئے ہیں یا کسی شہید کے لئے؟اللہ تعالیٰ ارشادفرمائے گا:یہ اس کے لئے ہیں جو مجھے ان کی قیمت دے گا۔وہ عرض کرے گا:الٰہی!کون ان کا مالک بنے گا؟اللہ تعالیٰ ارشادفرمائے گا:تو بھی ان کا مالک بن سکتا ہے۔وہ عرض کرے گا:الٰہی کیسے؟اللہ تعالیٰ ارشادفرمائے گا:اپنے بھائی کو معاف کرکے۔وہ عرض کرے گا:الٰہی!میں نے اسے معاف کردیا۔اللہ تعالیٰ ارشادفرمائے گا:اس کا ہاتھ پکڑو اوراسے ساتھ لے کر جنت میں چلے جاؤ۔پھر یہاں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:(اللہ سے ڈرو اور باہمی معاملات درست رکھو،اللہ قیامت کے دن مومنوں میں صلح کرائے گا)(محاضرۃ الأ برار جلددوم صفحہ۳۳۴)

124۔حفظ اللسان دليل علیٰ عقل الانسان:

قال بعض الأعراب لآخر يعظه :(اياک أن تضرب لسانک عنقک)وقال أكثم بن صيفي : (مقتل الرجل بين فكيه)وقال المهلب :اتقوا زلة اللسان ، فاني وجدت الرجل يعثر قدمه ، فيقوم من عثرته ، ويزل لسانه ، فيكون فيه هلاكه . وقيل :(رب قول أشد من صول ، ولكل ساقطة لا قطة)

زبان کی حفاظت انسان کے عقلمند ہونے کی دلیل ہے:

ایک اعرابی نے دوسرے کونصیحت کرتے ہوئے کہا: (محتاط رہنا کہیں تمہاری زبان تمہاری گردن نہ کاٹ دے) اکثم بن صیفی نے کہا ہے: (آدمی کا پھندہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے) اور مہلب نے کہا ہے: (زبان کی لغزش سے بچو، کیونکہ پاؤں پھسل جائے تو آدمی اٹھ جاتا ہے، لیکن زبان پھسل جائے تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے) اور کہا گیا ہے: (کئی باتیں (تلوار کے) حملے سے بھی سخت ہوتی ہیں اور جو بات زبان سے نکلتی ہے اس کا سننے والا ہے (گفتگو میں محتاط رہنے کی نصیحت ہے)۔ (محاضرۃ الابرار جلد دوم صفحہ ۲۹، ۱۷۰)

تبصرہ:

انبیاء، صلحاء اور حکماء کی تعلیمات ہمیں کم بولنے کا درس دیتی ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! خدا کے ذکر کے علاوہ کلام نہ کرو کیونکہ جو بہت کلام کرتا ہے اور غیر اللہ کے ذکر میں اوقات ضائع کرتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور ایسا سخت دل اللہ کو پسند نہیں ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹا! جب لوگ اپنی خوش گفتاری پر ناز کر رہے ہوں اس وقت تم اپنی کم گوئی پر ناز کرنا۔ حکمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کم بولنا انسان کی عقل وخرد میں اضافہ کا باعث بنتا ہے جبکہ زیادہ گفتگو انسان کے دماغ کو کمزور کر دیتی ہے۔

خاموش رہنے میں بے شمار فائدے ہیں جن کا ہم آئے روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ پنجابی کی ضرب المثل ہے: "اک چپ تے سو سکھ" یعنی خاموش رہنے میں سینکڑوں فوائد ہیں، مثال کے طور پر ایک لطیفہ پیش خدمت ہے: کہتے ہیں کہ دو پڑوسنیں بہت لڑتی تھیں، ان میں سے ایک کسی اللہ والے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میری پڑوسن میرے ساتھ بہت زیادہ لڑتی ہے کوئی تعویذ دیں جس کی برکت سے وہ میرے ساتھ لڑنا چھوڑ دے۔ بزرگوں نے تعویذ دیا اور کہا جب پڑوسن تمہارے ساتھ لڑنا شروع کرے، تم اس تعویذ کو دانت کے نیچے رکھ کر خوب دبانا۔ واپس گھر آئی تو حسب معمول جنگ شروع ہوئی۔ اس نے بزرگوں کی ہدایت کے مطابق تعویذ کو دانت کے نیچے دبالیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا، دوسری نے جب کوئی جواب نہ پایا تو تھوڑی دیر بعد خود ہی خاموش ہو گئی۔ وہ خوش ہوئی کہ تعویذ بہت با اثر ہے حالانکہ تعویذ کی بجائے یہ خاموشی کا اثر تھا۔ تعویذ میں کچھ نہیں تھا بزرگوں نے تو نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا کہ جب یہ تعویذ کو دانتوں میں دبائے گی اور بول کچھ نہیں سکے گی تو دوسری مجبوراً یکطرفہ جنگ بند کر دے گی۔ زبان کا غیر محتاط اور غلط استعمال انسان کو کئی قسم کے سانحات اور فتنوں سے دوچار کر دیتا ہے۔ عربی کا محاورہ ہے (رب حرب هب من حرف) کئی تباہ کن جنگوں کا آغاز ایک حرف سے ہوا یعنی ان کا سبب صرف ایک حرف تھا۔ کسی نے کوئی غلط لفظ زبان سے نکال دیا جس نے جذبات میں آگ لگا دی اور نتیجہ جنگ کی صورت میں سامنے آیا۔ دانش مغرب کے دو حوالے بھی پیش خدمت ہیں۔

Thomas Fuller نے کہا ہے

The birds are entangled by their feet and men by their tongues.

پرندے پاؤں سے پھنسائے جاتے ہیں اور آدمی زبان سے۔

JamesIII کہتا ہے

The tongue can no man tame; it is an unruly evil.

زبان کو کوئی شخص رام نہیں کر سکتا یہ ایک بے قابو فتنہ ہے۔

125: حقیقة الانسان والدنیا:

قال ابو بکر الشبلی علیه الرحمه فی وصیة: ان اردت ان تنظر الی الدنیابحذا فیرهافا نظر الی مزبله . فهی الدنیا. واذا اردت ان تنظر الی نفسک فخذ کفا من تراب. فانک منها خلقت و فیها تعود. و متی اردت ان تنظر ما انت فانظر ما یخرج منک فی دخولک بیت الخلاء. فمن کان حاله کذالک فلا یجوز ان یتطاول ،او یتکبر علی من هو مثله

دنیا اور انسان کی حقیقت:

ابوبکر شبلی علیہ الرحمہ نے وصیت کرتے ہوئے کہا (اگر تو ساری دنیا کی حقیقت دیکھنا چاہتا ہے تو کوڑے کے ڈھیر کو دیکھ لے۔ یہی دنیا ہے۔ جب تو اپنے نفس کی حقیقت کو دیکھنا چاہے تو مٹی کی ایک مٹھی لے (اور اسے دیکھ) تو اسی سے پیدا ہوا ہے اور اسی میں لوٹ کے جائے گا اور اگر تو اپنی حقیقت کو دیکھنا چاہے تو اسے دیکھ جو بیت الخلاء میں تجھ سے نکلتا ہے۔ جس کی حالت یہ ہو اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے ہم جنسوں پر فخر اور تکبر کرے۔ (محاضرۃ الابرار جلد دوم صفحہ ۳۴۵)

126۔بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک:

مر عمر بن الخطاب ﷺ ببقیع الغرقد . فقال:(السلام علیکم یا أهل القبور أخبار ما عندنا أن نسائکم قد تزوجن ودورکم قد سکنت وأموالکم قد قسمت)فأجابه هاتف . (یا ابن الخطاب ! أخبار ما عندنا أن ما قد مناه وجد ناه وما أنفقنا ه فقد ربحناه وما خلفناه فقد خسرنا ہٗ)ولقد احسن القائل:

قدم لنفسک قبل موتک صالحا

واعمل فلیس الی الخلود سبیل

قال السعدی علیه الرحمة :

بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک

کہ فردا شوی سرمہ در چشم خاک

آنکھ کو غفلت کے سرمہ سے پاک کرو:

سیدنا عمر بن خطاب ﷺ جنت البقیع سے گزرے تو ارشاد فرمایا:(السلام علیکم یا اہل القبور! ہمارے پاس جو خبریں ہیں (وہ یہ ہیں) کہ تمہاری عورتوں کے نکاح کر دیئے گئے ہیں، تمہارے گھروں میں اور لوگ بسنے لگے ہیں اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے ہیں) ہاتف غیب سے آپ کو جواب ملا۔ (اے ابن خطاب! ہمارا حال یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے آگے بھیجا تھا اس کی جزا ہمیں مل گئی، جو مال ہم نے راہ خدا میں خرچ کیا تھا اس میں ہمیں نفع ہوا اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں نقصان کا سامنا ہے) کسی نے خوب کہا ہے۔

موت سے پہلے اپنے لیے کوئی نیکی آگے بھیج، اچھے عمل کر اس دنیا میں ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

آنکھ سے غفلت کا سرمہ صاف کر کل تو خود خاک کی آنکھ کا سرمہ بنے گا۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۲۰۵)

127۔ بپر خویش باید کرد پرواز:

عن الشیخ صدر الدین التبریزی علیه الرحمة أنه قال :(کان رجل مشهور فی تبریز یقال له عارف قدم یوما الیٰ مجلس بعض العارفین فقال له :ما اسمک ؟قال :محمود لکن یقال لی عارف . قال له :هل عرفت ذاتک حتیٰ قیل لک عارف ؟فقال قرات کتبا کثیرة من مقالات المشائخ والصوفیة . قال له :ذالک کلامهم ، فما لک ؟

بپر خویش باید کرد پرواز

بال دیگراں نتواں پریدن

اپنے پروں سے اڑنا چاہیے:

شیخ صدرالدین تبریزی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: تبریز میں ایک شخص عارف (کے عرف سے) مشہور تھا۔ ایک دن کسی عارف کامل کے پاس آیا، انہوں نے اس سے نام پوچھا تو کہنے لگا نام تو محمود ہے لیکن لوگ مجھے عارف کہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تجھے اپنی حقیقت معلوم ہے جو تجھے عارف کہا جائے؟ کہنے لگا میں نے مشائخ اور صوفیاء کی بہت ساری کتابیں اور مقالات پڑھے ہیں (اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے لوگ مجھے عارف کہتے ہیں)۔ بزرگوں نے فرمایا: وہ تو ان کا کلام ہے بتا تیرے پاس کیا ہے؟ (جو تیرے عارف ہونے کی دلیل ہو) شعر

اپنے پروں سے اڑنا چاہیے، دوسروں کے پروں سے اڑنا ناممکن ہے۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۲۰۸)

تبصرہ:

موجودہ دور میں مسلم قوم کی اکثریت پدرم سلطان بود کے فلسفہ پر عمل پیرا ہے۔ کوئی بھی اپنے گریبان میں جھانکنے اور اپنے آپ کو علم و عمل کی کسوٹی پر پرکھنے کو تیار نہیں۔ جسے دیکھو اپنے آباؤ واجداد اور بڑوں کے نام بیچ رہا ہے۔ حالانکہ اسلام میں خاندانی نخوت اور نسب پر فخر ومباہات کی قطعی گنجائش نہیں۔ بدقسمتی سے یہ مرض ان طبقات میں بہت عام ہو گیا ہے جنہیں قوم کی رہبری کا دعویٰ ہے۔ مذہبی، روحانی اور سیاسی قیادتیں بعض خاندانوں کی میراث بن گئی ہیں۔ عظمت ورفعت کے امین اسلاف کو خراج تحسین پیش کرنا پوری قوم کا فرض ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل شعر پر بھی تو غور کریں۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی ، مگر تم کیا ہو؟

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

128۔حیاۃ القلب:

قال الحکماء :(حیاۃ القلب فی أربعہ أشیاء:العلم والرضا ، والقناعۃ ، والزھد)

دل کی زندگی:

حکماء نے کہا ہے:(دل کی زندگی چار چیزوں میں ہے۔☆علم☆رضا☆قناعت☆زہد) (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۴۰)

129۔نصیحۃ لقمان لابنہ:

قال لقمان لابنہ:(یا بنی اذا رأیت قوما یذکرون اللہ فاجلس معھم ، فانک ان تک عالما ینفعک علمک وان تک جاھلا علموک ولعل اللہ یطلع علیھم برحمتہ فیصیبک معھم ،واذا رأیت قوما لا یذکرون اللہ فلا تجلس معھم فانک ان تک عالما لا ینفعک علمک وان تک جاھلا یزیدوک جھلا او غیا ولعل اللہ یطلع علیھم بسخطہ فیصیبک معھم)

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا:(اے بیٹے!جب تو کسی قوم کو اللہ کے ذکر میں مشغول پائے تو ان کے ساتھ بیٹھ جا،اگر تو عالم ہے تو تیرا علم تجھے نفع دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھے علم سکھائیں گے۔ان پر اللہ کی رحمت برسے گی تو اس میں سے تجھے بھی حصہ ملے گا اور اگر کسی قوم کو ذکر الٰہی سے محروم دیکھے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اگر تو عالم ہے تو تیرا علم تجھے نفع نہیں دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو (ان کی صحبت سے)جہل اور گمراہی میں مزید اضافہ ہوگا ان پر اللہ کا غضب برسے گا تو تو بھی مارا جائے گا)(روح البیان جلد اول صفحہ ۲۵)

(باقی آئندہ)

☆☆☆

جماعت اہل سنت پاکستان (حلقہ ٹانڈہ) گجرات کے زیر اہتمام
75ویں ماہانہ درس قرآن کی تقریب کے موقع پر

عظیم الشان

فروغِ فکرِ قرآن کانفرنس

رپورٹ: عبدالقادر مصطفائی ٹانڈہ گجرات

نیکی، امن اور محبت کے فروغ کے لئے سرگرم عمل جماعت اہل سنت پاکستان (حلقہ ٹانڈہ) کے زیر اہتمام ہر ماہ کے آخری ہفتہ کو بعد نماز مغرب منعقدہ ماہانہ درس قرآن کی 75ویں عظیم الشان تقریب کے موقع پر تاریخ ساز فروغ فکر قرآن کانفرنس کا انعقاد ہوا، یہ عظیم الشان و بابرکت پروگرام اس اعتبار سے بھی انتہائی اہمیت کا حامل اور تاریخ ساز و یادگار ہے کہ اس پروگرام میں درس قرآن حکیم ارشاد فرمانے کے لئے عالم اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان ٹانڈہ تشریف لائے، شاہ جی کی علالت اور دینی، تنظیمی و تحریکی مصروفیات، ملک میں پھیلی ہوئی بدامنی، دہشت گردی اور خودکش دھماکوں کی بھرمار کے باوجود شاہ جی کی درس قرآن کے لئے ٹانڈہ تشریف آوری کیسے ممکن ہوئی یہ ایک الگ کہانی ہے، بس یہ کہہ لیں کہ شاہ جی کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں ہی کی ایک داستان ہے۔ دلیل راہ میں "یادیں بھی اور باتیں بھی" لکھنے والے بھائی حافظ شیخ محمد قاسم اس بات کو شاید کبھی قرطاس و قلم کے حوالے کریں تو لطف آجائے گا۔

بہر صورت شاہ جی کا ٹانڈہ تشریف آوری پر قادری چوک ٹانڈہ میں شاندار استقبال کیا گیا۔ شرکاء استقبال نے شاہ جی اور صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی پر پھول برسائے، ہار پہنائے اور اللہ و رسول کے فلک شگاف نعرے اور اھلاً و سہلاً مرحبا کہا۔ یا رسول اللہ کے نعروں کی گونج میں قادری چوک تا عیدگاہ کے سفر کے دوران شاہ جی اور ٹانڈہ میں منعقدہ ماہانہ درس قرآن کی تقریب کے روح رواں اور اہلیان علاقہ کو 4 جولائی 2003ء سے باقاعدگی سے قرآن حکیم کی تعلیم دینے والے ممتاز عالم دین علامہ صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی زیب سجادہ باؤلی شریف و دیگر معزز مہمانوں کو ڈاکٹر جاوید اختر چوہدری کی رہائش گاہ الحفیظ سنٹر پر چائے پیش کی گئی۔ ڈاکٹر جاوید اور اللہ رکھا منہاس کی رہائش گاہ پر شاہ جی نے دعا فرمائی، بعد ازاں عیدگاہ مسجد پہنچنے پر درس قرآن کے شرکاء، ممتاز علماء و مشائخ، اساتذہ، وکلاء، ڈاکٹرز، تاجر، طلباء و دیگر شرکاء نے بھرپور استقبال کیا۔

شاہ جی کی درس قرآن کی تقریب میں تشریف آوری سے مسجد و محفل کا ماحول اور حاضرین کے چہروں اور دلوں کی کیفیت بیان کرنا ازبس دشوار ہے۔ درس قرآن کی تقریب کے نقیب محمد اظہر اقبال نے طے شدہ پروگرام کے مطابق نماز مغرب کے فوراً بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز کروا دیا تھا۔ تلاوت قرآن حکیم کی سعادت حافظ محمد اویس اور قاری غلام سرور نے حاصل کی بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول مقبول احمد قادری، قاری غلام سرور، زبیر احمد اور محمد گلفام علی نے نچھاور کئے۔

سٹیج سیکرٹری نے خطاب ارشاد فرمانے اور شاہ جی کو دعوت خطاب دینے کے لئے صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی کو دعوت دی۔ صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی نے بڑے ہی خوبصورت اور عقیدت و محبت بھرے الفاظ و انداز میں باشعور سنیوں کے باشعور قائد مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ کو خطاب کے لئے دعوت دی۔

شاہ جی کا خطاب محفل میں موجود ہر ایک کے دل پر دستک دے رہا تھا، چونکہ شاہ جی کی مخاطب کسی نہ کسی اعتبار سے دینی و سماجی خدمت دینے والے اور ہر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد تھے۔

شاہ جی نے خطبہ کے دوران تلاوت کردہ آیت

هو الحی لا اله الا هو فادعوه مخلصین له الدین ۔ الحمدلله رب العالمین

"وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی معبود نہیں سوائے اس کے پس اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرتے اس کی عبادت بجالاؤ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

سورہ المومن: آیت نمبر 65، پارہ نمبر: 24 کے ضمن میں روشنیاں، نور اور دلوں کا زنگ اتارنے، اللہ کی عبادت اور رسول کریم ﷺ کی محبت و عظمت عطا کرنے والی منزل نواز و راہ ساز گفتگو فرمائی۔

درس اور پیغام کے طور پر اس بات پر زور دیا کہ اخلاص کے بغیر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر عبادات و نیک اعمال کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اپنی عبادتوں اور محبتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے والے ہی درحقیقت کامیاب و کامران ہیں اور اخلاص کے حصول کے لئے اپنے آپ کو کسی بندہ خدا کے حوالے کرو اس کے بغیر اخلاص کا حصول ممکن نہیں۔

شاہ جی نے سامعین پر زور دیا کہ مفاہیم قرآن کو سمجھنے کے ساتھ، اللہ کی بندگی اخلاص کے ساتھ بجالاؤ اور رسول کریم ﷺ کی محبت و اطاعت کے حصول کے لئے درود و سلام کو وظیفہ حیات بناؤ۔ شاہ جی نے فرمایا کہ فتنوں فرقوں نے منہ کھولے ہوئے ہیں۔ اے اہل سنت! ہر دوکان پر نہ بکا کرو۔ قسم اللہ کی مسلک اہل سنت ہی کا سچا ہے اسی پر استقامت اختیار کرو۔ اپنے علم و عمل کو بہتر بناؤ اور محنت و اخلاص کے ساتھ

دینِ حق کے غلبہ وفروغ اور کفر کے خاتمہ کے لئے بھرپور محنت اٹھاؤ۔

درسِ قرآن کی تقریب کے اختتام پر سلام بحضور سرورِ کونین ﷺ سید علمدار حسین شاہ رانیوال سیداں نے خوبصورت آواز و انداز میں پیش کیا۔ شاہ جی نے رقت آمیز دعا فرمائی۔

شاہ جی کی منزل نواز گفتگو اور اختتام پر جذب و مستی اور محبت بھرے انداز میں لگائے گئے نعرے اب بھی یاد اور یاد آتے ہی رہیں گے۔

نعرہ تکبیر:	اللہ اکبر
نعرہ رسالت:	یارسول اللہ
اسلام:	زندہ باد
جماعت اہلِ سنت:	زندہ باد

شاہ جی نے صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی کو ٹانڈہ اور دیگر مقامات پر درسِ قرآن ارشاد فرمانے پر مبارکباد اور دعا دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کریم صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکت و رحمت نازل فرمائے۔ درسِ قرآن کی تقریب میں علاقہ بھر کے ممتاز علماء و مشائخ، سادات کرام اور ہزاروں غلامانِ رسول نے قافلہ در قافلہ شرکت کی۔

☆☆☆

سالانہ عرس مبارک

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باباجی خواجہ محمد خان عالم

آستانہ عالیہ باؤلی شریف

روشن ضمیروں کے قافلہ کے عظیم داعی مبلغ وقائد، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ کی ایک تحریر کے اقتباس سے پنجاب کی معروف و قدیم روحانی درگاہ آستانہ حضرت باباجی خواجہ محمد خان عالم باولی شریف (گجرات) کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب کی روئیداد لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ شاہ جی رقمطراز ہیں کہ:

"اسلام کا نور سینہ بہ سینہ، دل بہ دل، روح بہ روح اور نفس بہ نفس راحت اور سکون کا فیض بانٹ رہا ہے، اس میں شک نہیں کہ دین حق کی روشنیوں کو ارزاں اور اس کے اجالوں کو عام کرنے میں ہر طبقہ نے اخلاص سے محنت اٹھائی ہے، سپہ سالاروں کی براں شمشیریں، مفکرین کے تازہ افکار، ادیبوں کے درخشاں زرپارے، شعراء کی نغمہ گویاں، علماء کی نکتہ سنجیاں اور زاویہ نشینوں کی سکوت سامانیاں سب اس کا سرمایہ ہیں لیکن وہ عظیم کارواں جس کی کوششوں میں تسلسل محنتوں میں حکمت، اسلوب میں تازگی، فیض میں فراوانی، دعوت میں تاثیر، افکار میں نتیجہ خیزی عمل میں ثبات، تاریخ میں نسبت سامانی اور قلب ونفس میں جمعیت نظر آتی ہے، وہ صوفیاء کرام ہیں۔ دور اول ہی سے دین اسلام کو ایسے صوفی خادمین ملے جن کی خدمات اسلام کی لازوال تاریخ بن گئیں، اگرچہ ہر دور میں ان کا ذوق وشوق ہمہ جہت رہا لیکن پھر بھی ہر مشرب کے فیض یافتہ بزرگانِ دین چند مشترکہ اقدار کے حاملین اور امین رہے۔ یقین جانیے حق وصداقت کے ان عظیم علمبرداروں نے اپنے فکر وعمل کا سرچشمہ ایک ہی رکھا یعنی اللہ کی کتاب اور رحمت عالم ﷺ کی سنت مطہرہ"۔

صوفیاء کرام کے اس سلسلہ محبت کے عظیم راہی ومقتدیٰ حضرت باباجی خواجہ محمد خان عالم کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب کا انعقاد حضرت باباجی کے مشن کے فروغ اور احیاء کی قابلیت وصلاحیت اور خوبیوں سے مالا مال شخصیت داعی فکر قرآن عالمی مبلغ اسلام صاحبزادہ پیر غلام بشیر نقشبندی زیب سجادہ باولی شریف کی زیر سرپرستی بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ ہوا۔

عرس مبارک کی تقریب میں تلاوت قرآن حکیم کی سعادت قاری کرامت علی نعیمی فیصل آباد نے حاصل کی اور بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول الحاج محمد نواز مدینہ شریف، حافظ قاسم حسان فیصل آباد، قاری محمد نواز چشتی سیالکوٹ، حافظ تصور اقبال عطاری، محمد گلفام علی گجرات ودیگر نے نچھاور کیے۔

عرس مبارک میں خصوصی خطاب کے لئے مفسر قرآن، شیخ الحدیث پیر سید ریاض حسین شاہ مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان کا باولی شریف تشریف آوری پر شاندار استقبال کیا گیا۔ شاہ جی کے خطاب سے قبل صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ مریض دوا جتنی بھی اچھی اور مہنگی استعمال کرے مگر پرہیز نہ کرے تو صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اسلام کے دامن سے وابستہ مسلمانو! سلام اور اسلامی تعلیمات واحکام کا فیض اور ثمر اسی وقت حاصل ہو گا جب ہم خلاف اسلام باتوں سے بچیں گے۔ جس شخص کا لقمہ حرام کا ہو وہ

کبھی بھی اسلام کے فیوض و برکات کی مٹھاس ولذت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے عرس مبارک کی محفل میں آج عہد کریں کہ حرام کھانے، بے نماز رہنے، فحش فلمیں ڈرامے دیکھنے اور شراب وزنا دیگر خلاف اسلام افعال اور اقوال سے پرہیز کریں گے۔ اپنی گفتگو کے آخر میں صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی نے مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ کو دعوت خطاب دیتے ہوئے کہا کہ شاہ جی بلاشبہ اللہ کریم کی خاص نعمت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں شاہ جی کی قدر کرنے اور فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

شاہ جی کے خطاب کا اعلان سنتے ہی پنڈال نعرہ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا، شاہ جی نے خطبہ کے دوران تلاوت کردہ احادیث مبارکہ کا ترجمہ، تشریح اور درس و پیغام بیان کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ محبت کرنا محبت بانٹنا اور کسی کے دل میں اپنے لیے محبت والفت کے جذبوں کو تحریک دینا بڑا ہی محبوب وظیفہ ہے۔ صوفیاء کرام نے اپنے اخلاق وکردار سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔

آج پیران عظام، علماء وخطباء کرام کو اپنے اسلاف کے نقش کہن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احیاء وغلبہ دین کی زوردار تحریک اٹھانا ہوگی، ہمارے اسلاف نفرت وتعصب نہیں بلکہ محبت والفت کی خیرات تقسیم کرتے تھے۔ صوفیاء کرام کی محبت والفت اور اخلاق اس قدر بلند تھا کہ نوے نوے لاکھ غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

شاہ جی نے مزید فرمایا کہ رحمت دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ توڑنے نہیں جوڑنے کا پیغام دیتی ہے، آج جب کہ ہر طرف نفرت وتعصب کی آگ لگی ہوئی ہے:۔

اے اہل سنت آؤ!

قرآن اور سنت رسول کریم ﷺ کو مشعل راہ بناتے ہوئے اپنی زندگیوں کو حسین بنائیں اور نفرتیں نہیں محبتیں بانٹنے کا اہتمام کر کے رسول کریم ﷺ کی چوکھٹ کا سچا غلام وخادم ہونیکا ثبوت دیں۔

شاہ جی کے دلوں کے زنگ اتارنے اور محبتوں، الفتوں اور اخلاق حسنہ کو اپنی زندگیوں میں اتارنے کے جذبوں کو فروغ دینے والے فکر افروز خطاب کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ درود وسلام اور دعا و باجماعت نماز ظہر ادا کرنے کے بعد عرس کے تمام شرکاء کو بڑے ہی باوقار انداز میں لنگر پیش کیا گیا۔ عرس مبارک کی تقریب کے عظیم اجتماع سے جگر گوشہ شیخ الحدیث علامہ حافظ حامد رضا سیالکوٹی وزیر اوقاف آزاد کشمیر، مولانا حافظ مشتاق احمد سلطانی خطیب گوجرانوالہ ودیگر نے بھی خطاب کیا۔

عرس مبارک کی تقریب میں ملک کے طول وعرض سے ممتاز علماء، ومشائخ، نعت خواں وعقیدت مندان باولی شریف نے قافلہ در قافلہ شرکت کی۔

☆☆☆

زیر انتظام

گنج شکر ٹرسٹ ہسپتال

بابا فرید گنج شکر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، پاکپتن

الحمدللہ اب تک 78000 غریب، نادار اور مستحق مریضوں کا مفت علاج کیا جا چکا ہے۔ دو فری آئی کیمپ لگا کر 200 سے زائد مریضوں کی آنکھوں کے آپریشن کیے گئے۔ ان کو ادویات و لینز مفت فراہم کیے گئے۔ مختلف مواقع پر ہارٹ اور دیگر امراض کے کیمپ لگا کر مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی گئیں۔

الحمدللہ جدید کلینیکل لیبارٹری اور الٹرا ساؤنڈ کا آغاز ہو چکا ہے۔

جدید آئی وارڈ، گائنی وارڈ، ایکسرے یونٹ اور آپریشن تھیٹر ہمارے آئندہ کے منصوبہ جات میں شامل ہیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے چاہنے والے تمام بھائیوں سے گذارش ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت انسانیت کے اس عملی مشن میں دامے، درمے، سخنے شمولیت فرمائیں۔

اکاؤنٹ برائے عطیات:
اکاؤنٹ نمبر 43-1462 حبیب بنک لمیٹڈ درگاہ بازار فوارہ چوک پاکپتن

منجانب: **دیوان عظمت سید محمد چشتی** - چیئرمین بابا فرید ٹرسٹ فون نمبر: 0300-6949975

کوآرڈینیٹر: محمد سعید احمد چشتی فون نمبر: 0300-6940541

امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا وہ بچے ہیں؟ سائل نے کہا "نہیں"۔ امام علیہ الرحمہ نے پھر پوچھا کیا وہ پاگل ہیں؟ آنے والے نے عرض کی "نہیں" بلکہ وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ "ذاکرین" ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا میں نے اہل اللہ میں سے کسی کو ایسے کرتے نہیں دیکھا۔

"یادیں بھی اور باتیں بھی" سے ایک اقتباس — منجانب **شیخ محمد عثمان** آر بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

انسانی معاشرت کی درستگی، بر و احسان کی اقدار کی بالادستی اور تہذیب نفوس کے لئے ضروری ہے کہ ہم دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کے لئے کسی شیخ کامل کی بیعت کریں جس کی سند حضور ﷺ کی ذات تک متصل ہو۔ ایسا شیخ جو پوری طرح نگہبانی کرے اور اپنے مرید کو نظر میں رکھے۔ بیعت ہی وہ ذریعہ ہے جس سے شخصیت کو نکھارا جا سکتا ہے۔

"ایک درس ایک خطاب" سے اقتباس

منجانب: **بھائی جان میڈیکوز**